

ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو شائع ہوتا ہے

نمبر ڈاویل نمبر ۲۶۵

مجلس مرکزی حزب انصار بھیرہ و ادارہ عالیہ محمدیہ کا ترجمان

ماہنامہ

شمس الاسلام

بھیرہ

فجیت سرائے
مناجین
عمر
کلبہ

جلد ۱۵ بھیرہ (پنجاب) ربیع الاول ربیع الثانی ۱۳۶۳ مطابق اپریل ۱۹۴۴ء نمبر ۳۴

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگار حضرات	صفحہ نمبر
۱	آستانہ عالیہ محمدیہ (نظم)	حکیم تاج الدین احمد صاحب تاج - لاہور	۲
۲	سرہند شریف	اداسرا	۳
۳	شذرات	مولانا سید سیاح الدین صاحب رکن دارالتالیف والترجمہ	۴
۴	ریاست ہائے بلقان کا اسلامی عہد	اداسرا	۱۶
۵	مودۃ القربی	مولانا سیف الرحمن صاحب للہی	۲۲
۶	مباحثہ دار بیہوش	حاجی نور احمد صاحب	۲۵
۷	مشرقی کا اپنی بیوی کیلئے شرمناک بیان	ماخوذ	۲۷
۸	کل ہند حزب انصار تبلیغی کانفرنس بھیرہ	ادارہ	۲۹
۹	امیر حزب انصار کے تبلیغی دورے - ضروری اطلاع	ادارہ	۳۱
۱۰	ساختہ ارتحال - اشتہارات	ادارہ و مشترکین	۳۲

سرخ نیل کا نشان

یہاں ان حضرات کے پرچہ پر سرخ نیل کا نشان لگایا گیا ہے جنکے چندہ کی میعاد اس پرچہ کیساتھ ختم ہو چکی ہے ان حضرات کی خدمت میں درخواست ہے کہ آئندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آرڈر جلد روانہ فرمائیں اگر خدا نخواستہ کسی وجہ سے آئندہ خریداری کا ارادہ نہ ہو تو بذریعہ پوسٹ کارڈ ہمیں پہلی فرصت میں مطلع کریں غاموشی کی صورت میں آئندہ کا پرچہ بذریعہ وی پی ارسال خدمت ہوگا جس کا وصول کرنا آپ کا اخلاقی فرض ہوگا۔ (غلام حسین مینجر شمس الاسلام)

(باہتمام غلام حسین ایڈیٹر دفتر پبلشرز میجر مندر پریس سرگودھا سے چھپ کر بھیرہ (پنجاب) سے شائع ہوا)

آستانہ عالیہ مجددیہ

(از جناب تاج الشعراء پروفیسر حکیم تاج الدین احمد صاحب تاجہ لاہور)

سرمہند کی وہ پاک زمیں خطۂ جنت
اس خاک کا ہر ذرہ ہے غیرت و انجم
محبوب خدا حضرت قیوم و مجدد
واللہ کہ ہیں آپ شہنشاہِ طریقت
ہیں ان کے کمالات ولایت سے فزول تر
اعلیٰ ہیں معارف تو حقائق بھی بالالا
زندہ کیا احکام رسولِ عربی کو
بدعات و باطل و کاذب ہوئے گم
توحیدِ شہودی کے حجاب اٹھ گئے سارے
کیا ان کے مکاتیب مقدس کا ہے رتبہ
اولاد بھی ہے پیکر آیاتِ الہی
شہبازِ طریقت کی ہے وہ سیرِ معارج
تھا قلب منور کہ تجلی گمہ یزدان
دیکھی ہی نہیں گرفتِ ملامت و منازل
گردن نہ جھکی جن کی سلاطین کے آگے

آرام جہاں کرتا ہے اک محرمِ اسرار
ان ذروں میں رخشندہ ہے نورِ شید ضیا بار
مرقد ہے یہاں آپ کا اک یقعہ انوار
باللہ کہ ہیں آپ شریعت کے علمدار
مشکوٰۃ نبوت کے ہیں تابندہ یہ انوار
ایسا کوئی نکلانہ حقیقت کا خبردار
تھے ضیغمِ سنت دم، ہنگامہ و پیکار
چمکی صفتِ برق جو اللہ کی تلوار
تھے رشد و ہدایت کے خلے مرکزِ پرکار
ہر لفظ کمالات و معارف کا ہے شہکار
ہیں ان کے کمالات میں ہمنگ یہ ابرار
پہنچانہ وہاں کوئی ہے کیا رفعت آثار
غیرت و سدِ برق تھی رنگینی افکار
ایسی تھی عنایاں تابی و جولانی رہوار
آخر کو جھکے خود ہی جہاںگیر و جہاندار

بھر پور مرادات سے وہ ہوتے ہیں لے تاج
آتے ہیں یہاں حسنِ عقیدت سے جوزوار

سرمہند شریف

(ادارہ)

دیکھ لے ہجرت سے اودل آہ خراب آباد کو
ایک تیر خوں کش کے آہ ہوئے دونوں شکار
کس طرح آہ شیشہ دل کو بناؤں سنگ و شست
یکھ آؤں شاہجہاں سے وہ صالحہ جس سے پھر
خوب ہوگی ظالموں سے پریش جو رجعت
ازد چشم خوں نشاں اس خاک رالالہ کنم

رو لے پھر جی کھول کر اس ہند کے بے بنداد کو
تجھ پہ میں نوہ کر دوں جہاں آباد کو
کسی آنکھوں سے میں دیکھوں اس تری افتاد کو
از سرمہ پھر بناؤں پیرس بر باد کو
لے کے جاؤنگا قیامت میں تری نسیب یاد کو
باز آید بر زمیں عیسے چو یک نامہ کنم (بیچہ جالندھری)

ہم رہنے والے ہیں اسی اُجڑے دیار کے
آج کی صحبت میں قارئین شمس الاسلام کے سامنے اس ہند
طیبہ کی اجمالی تاریخ، وقت بناء سے لے کر موجودہ حالت تا تک
پیش کرنا چاہتا ہوں۔ تاکہ ہند کے اس بغداد اور اندلس کے اس
قرطبہ کے حالات سے مطلع ہو کر ہجرت پذیر ہو جائیں۔

ابتداء آبادی { اس وقت جس جگہ شہر کی آبادی ہے۔
وہاں ایک زبردست و حشمتناک جنگل
تھا۔ جس میں شیر اور دو سرے درندے رہتے تھے۔ اور اس جنگل کا
نام سہرند مشہور تھا۔ کیونکہ ہندی زبان میں شیر کو سہ اور جنگل
کو رند کہتے ہیں۔ اور یہاں شیروں کی کثرت تھی۔ اس لئے تمام
جنگل کا نام سہرند یعنی شیروں کا جنگل پڑ گیا۔ اسی نام پر شہر کا
نام بھی سہرند رکھا گیا۔ جو بعد میں سرمہ بن گیا۔ سلطان
فیروز شاہ تغلق کے عہد حکومت میں پنجاب کا خزانہ دار السلطنت
ہند دہلی کو سرکاری لوگ لئے جا رہے تھے تو خزانہ کے ہر سیول
میں ایک صاحب کشف بزرگ بھی تھے۔ جب خزانہ اس جنگل
سہرند میں پہنچا تو انہوں نے کشف سے معلوم کیا کہ پیغمبر خدا محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے ہزار سال بعد اسی خاک پاک سے

سرمہند شریف جو حضرت محمد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی وجہ سے
تمام دنیا میں ایک مشہور قصبہ ہے۔ کسی زمانہ میں یہ ایک عظیم الشان
شہر تھا۔ میلوں تک اس کی آبادی پھیلی ہوئی تھی اور حضرت محمد
الف ثانی قدس اللہ سرہ کے زمانہ میں علماء و اولیاء کا مرجع و ماویٰ
اور سلاطین و شہزادگان مغلیہ کی زیارت گاہ۔ وہی شہر گردش
زمانہ سے اُچڑ کر اور تباہ و برباد ہو کر اب صرف ایک قصبہ رہ گیا
اس تباہی میں کتنی مسجدیں شہید ہوئیں۔ کس قدر محلات پیوند زمین ہوئے
اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ جہاں آباد (دلی) بھی لٹ گیا اور اس کی وہ علمی
عظمت مٹا دی گئی۔ لیکن حکومت کے دار السلطنت ہونے کی وجہ سے
اس کی ظاہری آبادی پھر بڑھ گئی۔ لیکن سرمہند شریف میں حضرت
محمد قدس سرہ اور ان کے آباء و اجداد اور اولاد و احفاد کے متبرک
اور مہبط انوار و منبع فیوض مزارات کے سوا اب نہ کوئی باطنی آبادی
رہی اور نہ ظاہری آبادی اور داغ و دہلی نے خون کے جو آنسو
جہاں آباد پر بہائے ہیں وہ سرمہند شریف پر بہانے چاہئیں سے
دلی جو ایک شہر تھا عالم میں انتخاب
رہتے تھے منتخب ہی جہاں روزگار کے
اس کو فلک نے ٹوٹنے کے ویران کر دیا

ایک ایسا شخص پیدا ہوگا جس سے تمام ہندوستان میں دین حنیف کا اجالا ہونا بیگا۔ سب ہمراہی اس سے عقیدت رکھتے تھے آپ نے فرمایا کہ اس جگہ کی تازگی اور سرسبزی خوشگوار اور دلچسپ ہے اس جگہ ایک شہر تعمیر کرنا چاہئے۔ چنانچہ سب نے اس بات کو پسند کیا۔ اور شہر کی بنیاد رکھنے کی تجویز کی گئی۔ ارد گرد کوئی شہر نہ تھا۔ ایک شہرستان نامہ کچھ فاصلے پر تھا۔ اس علاقہ کے تمام لوگ سامانہ جاگروہاں سے تمام ضروریات لاتے تھے۔ خزانہ کے آدمیوں نے اس بزرگ سے التجائی کہ یہ بہت بڑا کام ہے شاہی امداد کے سوا ہونا مشکل ہے۔ اور بادشاہ اس کام کو شاید کرے یا نہ کرے۔ حضرت مخدوم جہانیاں کی سفارش سے ضرور کرے گا۔ اُن کی خدمت میں التجا کی جلتے کہ وہ بادشاہ کو تحریک کریں۔ چنانچہ سب نے مل کر مخدوم جہانیاں کی خدمت میں عرض کیا اور اس بزرگ کے مکاشفہ کا بھی ذکر کیا۔ حضرت مخدوم جہانیاں نے التجا قبول کر کے اپنے وطن سے دہلی کا ارادہ کیا۔ جب حضرت دہلی پہنچے تو بادشاہ نے اپنے اس مرشد کا استقبال کیا۔ اور اعزاز و اکرام کے ساتھ شہر میں لے گیا۔ سید مخدوم نے پہلی مجلس میں لوگوں کی التجا اور آرزو پیش کی۔ بادشاہ فیروز شاہ تغلق اپنے مرشد کا نہایت معتقد و مطیع تھا فوراً حکم مان لیا اور شہر بنانے کا حکم صادر کیا۔ امام ربیع الدین رحمۃ اللہ علیہ (جن کی چھٹی پشت میں حضرت مجدد پیدا ہوئے) کے بڑے بھائی خواجہ فتح اللہ منصب وزارت پر سرفراز تھے۔ ان کو یہ کام سپرد کیا گیا خواجہ صاحب دہن را سو اٹھایا تھا اس جگہ پہنچے۔ اور جنگل میں ایک مناسب اور بلند جگہ پر بنیاد رکھی۔ ایک ہاتھ دیوار بنی۔ تو اگلے دن وہ خود بخود گر گئی اور اسی طرح ہوتا رہا۔ ہر روز جس قدر دیوار بناتے دوسرے روز وہ گری جاتی ہوتی۔ خواجہ نے حیران ہو کر بادشاہ کے سامنے عرض حال کیا۔ بادشاہ نے حضرت مخدوم سے اس کا علاج دریافت کیا۔ حضرت سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں نے امام ربیع الدین کو جو صاحب بہت بزرگ اور حضرت کے خلیفہ اعظم اور آپ کے امام تھے اس کام پر مامور کیا اور حکم دیا کہ موقع پر پہنچ کر دریافت حالات کے بعد قلعہ کی تعمیر شروع کرادی جائے حضرت امام نے وہاں پر پہنچ کر تحقیق

حال کا معائنہ کیا جیسا کہا گیا تھا و انتہی دیوار کے گرنے کی وہی حالت تھی توجہ سے معلوم کیا کہ شاہی آدمیوں نے ایک بزرگ کو بزور ریگاہ میں پکڑ لیا ہے وہ رات کو توجہ سے دیوار ہٹا کر گرا دیتا ہے۔ توجہ سے اس بزرگ کی کیفیت معلوم کی۔ تو وہ حضرت شاہ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ نکلے۔ حضرت امام نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں معذرت کی۔ اور معافی مانگی۔ توشاہ صاحب نے فرمایا کہ آپ کے نسب سے ایک شخص اس شہر میں پیدا ہوگا اسکی خاطر ہم کو خدانے ضروری کار پر لگایا ہے۔ حضرت امام نے عرض کیا کہ اگر صورت یہ ہے تو پھر آپ ہر روز دیوار کیوں گراتے رہے۔ شاہ صاحب نے فرمایا کہ صرف تمہارے منگوانے کے لئے یہ کام کرنا رہا۔ اب آپ آگئے ہیں۔ فراخ قلب اور جمع خاطر سے قلعہ کی عمارت بنوائیے۔ دونوں نے ایک اینٹ پکڑی۔ ایک سہرا ایک صاحب کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا دوسرے صاحب کے دست مبارک میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کہہ کر غزلی دروازہ سے قلعہ کی بنیاد رکھی۔ اور قلعہ اور شہر کی تعمیر حضرت امام کی توجہ سے انجام کو پہنچی۔

سلطان فیروز شاہ تغلق نے حضرت امام کو بہت سے دیہات آباد کر کر سرہند کی ریاست میں شامل کر کے دیئے کہ یہاں آباد ہو کر فقرائے کی خدمت کرتے رہو۔ حضرت امام کے ساتھ تین اور بزرگوں نے اس شہر میں آکر اقامت فرمائی۔ اور ان چاروں بزرگوں کی اولاد کے چار خاندان اس شہر کے رئیس تھے۔

ایک حضرت امام ربیع الدینؒ کی اولاد جن کو کابلی کہتے تھے۔ دوسرے خاندان والے آپ کی دختری اولاد سے تھے۔ اور سلا صدیقی تھے۔ تیسرے خاندان بھی صدیقی تھا جو خزانہ سے آئے تھے اور ان کو گورنری کہتے تھے اور چوتھا خاندان صحیح النسب بخاری شیوخ کا تھا۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے جانشین حضرت عروۃ الوثقیٰ خواجہ محمد معصوم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور

شہر کو آگ لگا دی۔ ستر ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ مساجد برباد ہوئیں۔ اور شہر الیا اُجڑا کہ آج تک آباد نہ ہو سکا۔ آستانہ مجددیہ اس حادثہ سے محفوظ رہا۔ آج بھی سرہند کی زمین کے نیچے بڑے بڑے آسمان عمارات و محلات کے موجود ہیں۔

فرخ سیر نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے فوج کی کمان اپنے ہاتھ میں لی۔ اور سکھوں کے ہر گروہ کو برباد و منتشر کرنے کے بعد دہلی کی طرف مراجعت کی۔ بندہ بھی شاہی افواج کے ہاتھ میں اسیر ہو کر قتل ہوا۔ اور سکھوں کے فتنہ کا عارضی طور پر استیصال ہو گیا۔ مگر فرخ سیر کے حاکمین ایسے مدبر و منتظم اور بیدار مغز نہ تھے۔ لہذا کبھی فتنہ محمد شاہ بادشاہ کے عہد میں دوبارہ رونما ہوا۔ اور آخر کا تمام پنجاب پر ان کی حکومت قائم ہو گئی۔

سرہند شریف اس وقت لاہور سے انبارہ جانب والی ریلوے لائن پر حبکشن ہے۔ ریلوے اسٹیشن سے جولائن روڈ کو جاتی ہے اس پر پہلا اسٹیشن فتح گڑھ ہے۔ فتح گڑھ سے خانقاہ مجددیہ ۳ فرلانگ کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسٹیشن فتح گڑھ جس جگہ واقع ہے۔ وہاں شاہی عہد میں جوہری بازار تھا۔ جو اہرات کا کاروبار ہوتا تھا۔ آج وہاں پٹرول کے سودا کوئی نشان موجود نہیں۔ ایک مسجد شاہی عہد کی موجود ہے۔ جس کی اب مرمت کرا دی گئی ہے۔ زائرین آستانہ کے لئے اس مسجد کا محل و قریع بے حد مفید ہے

لہ فرسنگ موجودہ حساب سے اڑھائی میل ہے ۱۲ منہ

دوسرے صاحبزادگان کے زمانہ میں تمام اقطاع عالم سے علماء فضلاء کھنچ کر کچھ یہاں آئے۔ اور باطنی فیوض کا ایک دریائے حیرت موجزن تھا۔ معنوی اور صوری، باطنی اور ظاہری ہر طرح کی شان قائم تھی۔

صاحب روضۂ قیومیہ (ابوالفیض کمال الدین محمد احسان) جو حضرت مجدد کی پانچویں پشت میں ہیں، اپنے زمانہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ اس وقت سرہند میں ستائیس خاندان صحیح النسب قریش کے ہیں۔ اور جو ہزار مغل اور افغان ہیں وہ الگ ہیں۔ شہر سرہند چار فرسنگ ہے۔ اس کا بڑا بازار ایک فرسنگ ہے۔ اور اور بازار متحدہ جا بجا ہیں۔ سرہند دار الخلافہ شاہجہان آباد (دہلی) سے ۳۲ فرسنگ جانب شمال واقع ہے اور لاہور سے ۳۳ فرسنگ فاصلہ مشرق کی طرف۔ گویا لاہور اور شاہجہان آباد کے وسط میں ہے۔ کابل سے سرہند کا فاصلہ ۱۲۵ فرسنگ ہے۔

سرہند کی تباہی۔ یہ شہر جو اسلامی عہد میں عروس البلاد تھا۔ فرخ سیر

شہنشاہ ہندوستان کے عہد میں سکھوں کی وحشتناک بربریت کا نشانہ بنا۔ سکھ روایات کے مطابق گورو گوبند سنگھ کے دور کے نام (گورنر) سرہند کے ہندو عامل کے حکم سے قتل کئے گئے تھے۔ اور گورو گوبند سنگھ چونکہ شاہ دہلی کا معتوب تھا اس لئے وہ بھی پنجاب میں کسی جگہ قیام نہ کر سکا۔ اور دکن چلا گیا۔ وہاں اُسے کسی دشمن نے قتل کر دیا۔ گورو گوبند سنگھ کا ایک چیلہ بنانا می گورو کا انتقام لینے کے لئے کھڑا ہوا سکھوں نے اس کی دعوت پر لبیک کہا۔ ہزار ہا وحشی پہاڑی سکھوں کو لیکر سرہند پر ٹوٹ پڑا۔ ناظم سرہند تاب مقاومت نہ لاکر بھاگ گیا۔ اور سکھوں نے

خط و کتابت

کرتے وقت چیٹ نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں ورنہ عدم تعمیل معاف۔ (میلنگ)

شذرات

(از مولانا سید سیاح الدین صاحب کاغذیں رکن دارالتالیف والترجمہ خزینہ انصاریہ)

خواب غفلت سے بیدار کرنے کے لئے ایک زبردست تنبیہ ہے چند ہینے گذرے ہیں کہ ہندوستان کے سب سے سرسبز و شاداب صوبہ بنگال میں قحط نمودار ہوا۔ جسکی وجہ سے کتنے گھرانے تباہ و برباد ہوئے۔ کتنے بچے یتیم اور کتنی عورتیں بیوہ ہوئیں۔ عام اخبارات کی اطلاعات کی بنا پر ۳۵ لاکھ انسان لقمۂ اجل بنے۔ اور خود وزیر ہند نے بھی ۱۰ لاکھ کا اعتراف کیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ حکومت ہند نے اپنی بے انتظامیوں، بے توجہی، اور لاپرواہی برتنے پر پردہ ڈالنے کی غرض سے نہایت کمتر تعداد بتلائی ہے۔ بہر حال ۲۰-۳۵ لاکھ اوسط بھی اگر لگایا جائے تو اس قدر انسانوں کی کثیر جماعت کا کٹھی بھر چاول اور آٹے کے لئے نرس ترس کر جان دینا قدرت کی طرف سے ایک زبردست تنبیہ ہے کہ اس کو دیکھ کر خدا کی باغی مخلوق اپنی بے باق و سرکشی سے باز آئے، آہی قوانین کی بیزستی ترک کرے، اور توبہ و انابت الی اللہ میں مشغول ہو کر مابعد الموت کے لئے بھی کچھ تیاری کرے انسان کو اپنی بد اعمالیوں کی سزا تمام دنیا میں مل رہی ہے۔ عالمگیر جنگ کی خون آشامیوں کی وجہ سے دوڑا کتنے انسان گولوں، بولوں، اور دیگر آتشیں سامان حرب سے فنا کے گھاٹ اتر رہے ہیں۔ اور قہر خداوندی ہوائی جہازوں ٹینکوں، توپوں اور ”نئی تہذیب“ کے دوسرے تباہ کن آلات کی شکل میں نازل ہو رہا ہے۔ ترکی نے اپنے تدبیر و فراٹ سے جنگ کے میدانوں میں کودنے اور اس آتشیں کھیل کھیلنے سے احتراز کیا۔ لیکن متواتر زلزلوں، اور جان و مال کی تباہیوں سے قدرت کی طرف سے اُن کو بھی بار بار آگاہ کیا جا رہا ہے کہ خداوندی قوانین سے سزنا بی اور آہی حکومت سے بے باقیت کی

انسان کی سنگدلی { ثم قست قلوبکم من بعد اذک فہی کالجارۃ اشد قسوة، وان من الجارۃ لما یتفرغ منه الاھل وان منها لما یشقق فیخرج منه الماء، وان منها لما یھبط من خشیۃ اللہ، وما اللہ بغافل عما تعملون۔ ”پھر اس کے بعد بھی تمہارے دل سخت کے سخت رہے۔ پس وہ ایسے ہیں جیسے پتھر یا ان سے بھی سخت۔ اور پتھروں میں سے ایسے بھی تو ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں نہریں۔ اور ان میں ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی۔ اور ان میں ایسے ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے غیر نہیں تمہارے کاموں سے۔“

سیاق و سباق سے معلوم ہوتا ہے کہ ”کم“ سے خطاب یہودیوں کو ہے۔ لیکن خداوند تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں اور آیات کو دیکھ کر جس کسی کے بھل کے بند دروازے نہ کھل جائیں وہ اس خطاب کا مستحق اور اس مفہوم کا مصداق بن سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ کارروائی سے خدائے تعالیٰ نے ایک مردہ کو زندہ کر کے اپنی قدرت کی نشانی دکھائی۔ اور دوسرے نمونے آشکارا کئے، اور فرمایا کہ اذک یحیی اللہ الموتی و یریکم اایاتہم لعلکم تعقلون۔ لیکن یہودی قسادت قلبی اور قانون خداوندی سے بے باقیت و سرکشی میں فرق نہیں آیا۔

جس طرح کسی مردہ کو زندہ کر دینا ”آیات اللہ“ میں داخل ہے۔ اسی طرح کسی زرخیز و آباد ملک کو قحط سالی میں مبتلا کر کے لاکھوں زندوں کو مار ڈالنا یہ بھی اس کی قدرت کی ایک عظیم الشان نشانی، اور سرکشی و باغی مخلوق کو ڈرانے اور

سزا کے یہ معمولی نمونے دیکھ کر شاید ہم جاع اور اپنے سنوارنے کی کوئی فکر کریں۔ ہندوستان اگرچہ میدان جنگ تو نہیں بنا۔ لیکن قویٰ اجماعی کے لحاظ سے منتخب اور بہترین طبقہ اور قوم کے وہ نو نہال جن سے ملک و ملت کی توقعات وابستہ ہوتی ہیں۔ وہ لڑائی کے ان شعلوں میں موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا۔ دوسرے ملکوں میں لڑ رہے ہیں اور نہ معلوم روزانہ کتنی رگوں میں اپنی لاشوں کو جنگل و صحرا، بروجہر پر سرفراہ حالت میں بے گور و کفن چھوڑ دیتی ہیں

غرض ہندوستان پر بھی شامت اعمال غیروں کی غلامی اور اس کی وجہ سے بلا وجہ مقتول و مجروح ہونے کی صورت میں "ناور" بن کر مسطط ہے۔ اور پھر بنگال جیسے آباد و شاداب صوبہ میں قحط کی مصیبت نازل کر کے تمام باشندگان ہند کو آگاہ کیا گیا۔ کہ وہ جاہلیت کے اس دور کے تمام فسق و فجور، بدکاریوں، بدکرداریوں سے مختلف رہیں۔ لیکن انسان کی سنگدلی اور قساوت قلبی کچھ اس حد تک بڑھ گئی ہے۔ غفلت و جہالت کے تو بر تو رنگ و لہلہا ایسے چرٹھ گئے ہیں کہ قدرت کی طرف سے مجبور و مجبور کر بیدار کرنے پر بھی خواب غفلت سے آنکھیں نہیں کھولتے اور اس قسم کے سخت ترین اور ہوشربا واقعات سے بھی ان میں کوئی تاثر و انفعال نہیں ہوتا۔ حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ ہم تمام لوگ ان واقعات کو دیکھ کر کچھ سہم جاتے مگر ہم نے اپنے اعمال و افعال میں کوئی فرق آنے نہیں دیا۔ شہروں اور قصبات میں وہی تمام خرابیاں موجود ہیں جو اس "دور تہذیب و ترقی" کی پیداوار ہیں۔ سینما، تھیٹر، گانے، بھانے، راگ، غزلیں، پورے زور و شور سے جاری میواؤں کے بازار پہلے سے زیادہ گرم "غیر تہذیب" سود و قمار بھی ویسے کا دیا اور "تہذیب و تمدن" سود و جاہ بازی یعنی لارڈی، بیس، بینک وغیرہ بھی اپنے پورے جوہن پر، غرض ایک نہیں بلکہ

باقی ہندوستان کی جو حالت ہے وہ تو کچھ اس وجہ سے زیادہ قابلِ تعجب نہیں کہ ابھی بھوک و پیاس کی وجہ سے ترپتے ہوئے لوگوں کو ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جان دینے کے واقعات کو انہوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ نہیں کیا۔ لیکن انسانی قساوت قلبی کا سب سے بدترین منظر یہ ہے کہ کلکتہ سے اطلاع آئی ہے کہ قحط اور بھوک کی وجہ سے بنگال کی دیہاتی عورتوں میں بد چلتی کی وبا سرعت سے پھیل رہی ہے۔ اور بھوک کی وجہ سے غلہ کے عوض میں بازار میں اپنی قیمتی لگا کر عصمت فروشی کر رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان عصمت فروش عورتوں کی اس عصمت کے خریدار بھی ہوں گے۔ جو ان بچاری مصیبت زدہ عورتوں کی شہوت بطن پورا کر کے اپنی شہوت رانی اور نفس پرستی کر رہے ہیں اندازہ لگائیے کہ کس قدر سنگدل بلکہ یہ اصطلاح قسرانی اسٹل قسوق ہے وہ بد بخت؟ جو خوفِ خدا کو ہالائے طاق رکھ کر اس قدر بے غیرتی بے حیاتی کے لئے آمادہ ہو جاتا ہے کہ ایک مصیبت زدہ بھوکوں کی خاتون کی عصمت دری کرے۔ لعنت ہو ایسے شخص پر! اور نف ہو ایسے مردہ ضمیر انسان پر! فطرت کی آغوش میں پبی ہوئی سیدھی سادی زندگی گزارنے والی ان دیہاتی عورتوں کو "تہذیب" شہر کی اس "تہذیب" کی ہوا پہلے لگی نہیں تھی کہ وہ اس طرح اپنے دامن کو داغدار کرتی ہوں۔ بلکہ پیٹ کی خاطر حالتِ اضطراب میں انتہائی طور سے مجبور ہو کر ان کو یہ ذلیل و ذلیل راستہ اختیار کرنا پڑا ہے۔ لیکن شہروں کے "تہذیب" مردوں کی بدستی اور بد باطنی قابلِ صدا فوس ہے کہ ایسے نازک و قابلِ رحم موقع پر انسانی، مذہبی، قومی ہمدردی کو بالاکا طاق رکھ کر کسی عقیفہ کی عصمت دری کے لئے تیار ہو جاتے ہیں

اَ اَمِنتُمْ مِّنْ فِی السَّمَاۤءِ اَنْ یَّخْیِفَ بِکُمُ الْاَرْضُ
فَاِذَا هِیَ مُوَسِّرًا ۚ اَوْ اَمِنتُمْ مِّنْ فِی السَّمَاۤءِ اَنْ
یُرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نُنْزِلُ

تن ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا ہم

توقع کرنا بے جا ہے۔ اور نیز جب تک خود انہی اصلاح حاصل نہ ہو
قلوب میں خشیت آتی اور گناہوں کے انجام بدکا اذعان
پیدا نہ ہو۔ اس وقت تک خارجی اثرات اور قوانین سے
کمل اور دیر پا اصلاح کی امید بالکل بے کار ہے احکم الحاکمین
کا قانون موجود ہے۔ قانون پہنچانے والوں نے حاکم حقیقی کا حکم
خوب کھول کھول کر سنایا۔ نافرمانی کی صورت میں
دنوی، اخروی عذاب سے ڈرایا۔ قحط کی وبا مسلط کر کے
اپنے عذاب کا ایک نمونہ دکھایا گیا۔ پھر ایسے غافل انسان
کے اس پردہ غفلت کو چاک کرنے کے لئے اور کون سے
قانون کی ضرورت ہے۔ یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا
علی الایمان والطاعة۔

زور جواہر کی قدر قیمت - معاشرہ صدقہ مئی
۱۹۴۲ء کا ایک

شدرہ ہے :-

”یورنڈ فارسٹری کا انگریزی“ تاریخی جغرافیہ عرب (مطابق
جیاگرافی آف عربیا) ایک مشہور کتاب ہے جلد دوم کے صفحہ ۱۰۲
پر ابن ہشام کے حوالہ سے لکھتے ہیں :-

حضرا السیل عن قبر بالیمین
فیہ امرأۃ فی عنقھا سبع
مخائف من تبروفی یدھا
ورجلہا من الآسورة و
الخلاخیل والد مالیح سبعة
سبعة و فی کل اصبع خاتم
فیہ جوہرة مثنیة وعینہ
رأسھا ثابت مملو مالا
لکینہ کی تھی۔ اور سرانے ایک صند وچھ تھا زرد مال سے لبریز
ظاہر ہے کہ ایہ قانون کوئی امیر و کبیر ہی ہو سکتی ہیں۔

عجب نہیں کہ ملک یمن کی ملکہ رہی ہوں
عورت کی حکمرانی، فرمانروائی تہذیب جدید کی ایجاد نہیں اسلام

کیا تم نڈر ہو گئے اس سے جو آسمان میں ہے کہ دھساوے
تم کو زمین میں پھر بھی وہ لرزے لگے۔ یا نڈر ہو گئے اس سے
جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ ہر ساوے تم پر ہمیشہ
پتھروں کا۔ سو جان لو گے کہ کیسا ہے میرا ڈرانا۔
أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسًا
بَيَآتًا أَوْ هُمْ نَائِمُونَ (اعراف)

یہ عبرت و وعظت کا مقام تھا نصیحت پذیری کی بات
تھی۔ اپنی بد اعمالیوں پر نظر ثانی کر کے ان کے ترک و ہجران
کا موقع تھا لیکن جو آنکھیں اس مصیبت میں بھی نہیں کھلیں
جو قلوب اس ہنگامہ قیامت میں بھی نیکی کی طرف مائل
نہ ہوئے۔ ان کی شقاوت و بد سختی کا علاج اور کیا ہو سکتا
ہے۔ سعدی شیرازی سات سو سال قبل کا ذکر فرماتے
ہیں کہ :-

چنان قحط سالی شد اندر و مشق

کہ یاراں فراموش کردند عشق

یہ شاعرانہ مبالغہ نہیں۔ حقیقتہً قحط عشق بھلا دیتا ہے۔

لیکن اس چودھویں صدی میں بنگال کے اس تباہ کن قحط
نے ان ”یاروں“ سے عشق اور عشق کے تقاضوں، اور
ہمستیوں کو فراموش نہیں کرایا۔

حکومت کی خواتین نے اس اہم معاملہ کی طرف حکومت کی
توجہ مبذول کرائی ہے کہ اس بدترین فعل کے انداد کی کوئی
صورت اختیار کی جائے۔ پتہ نہیں کہ حکومت اس کے انداد
کے لئے کوئی قدم اٹھائے گی یا نہیں۔ لیکن ظاہر ہے حکومت
کے قوانین میں کوئی ایسی دفعہ تو موجود نہیں کہ جس سے
اس فتنہ کا انداد ہو سکے۔ ورنہ
”مہذب“ شہروں میں ”شیطنیت کے اڈے“ اس قدر رونق و گرم
بازاری کے ساتھ آیا دہرہ رہتے، صحیح بات یہ ہے کہ جب تک
جاہلیت کا نظام موجود ہے اس وقت تک اگلے زمانوں کے
ان ”غیر مہذب“ مطالبات کا پیش کرنا اور انکی منظوری کی

بھی اس کا اثر پہنچ گیا ہو تو کچھ بعید نہیں۔ واقعہ تھا ہی اس قدر اہم و عظیم الشان کہ قرآن مجید نے اس کی تاریخیت محفوظ رکھی۔ کتبہ سے جہاں قرآن پاک کے بیان پر تائید و توثیق کے رنگ میں روشنی پڑ رہی ہے۔ وہاں یہ بھی آپ نے دیکھ لیا۔ کہ رد پیہ۔ اشرفیاں۔

زروچو اہر حقیقتہً کتنی بے وقت چیزیں ہیں۔ ملکہ کا خزانہ خالی نہیں بھر پور تھا۔ چاندی۔ سونا۔ موتی سب کچھ موجود۔ زیورات سے جسم لدا ہوا۔ لیکن بھوک کی تسکین تو غلہ اور آٹے ہی سے ہو سکتی تھی۔ وہ نہ میسر ہوا تو کسی نے کچھ کام نہ دیا۔ کاش ہم چیزوں کی صحیح قدر و قیمت سمجھیں۔ یہ جان لیں کہ کتنا قیمتی ہے پیٹ بھر آٹا۔ اور کیسے بیچ اور محض نمائشی ہیں۔ سونے۔ چاندی اور لعل و یاقوت کے خزانے“

یہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانہ کے قحط اور ملکہ یمن کے زروچو اہر اور موتی کی بے قدری کا قصہ تھا۔ تاریخ اپنے آپ کو بار بار دہراتی ہے۔ مشہور مقولہ ہے ابھی ابھی بنگال میں قحط پڑا۔ لاکھوں آدمی لقمہ اجل ہوئے۔ ان میں بہتوں کے پاس سونے چاندی کے زیورات بھی تھے۔ دیبا و حریر کے کپڑے بھی تھے۔ لیکن سونا چاندی کھا کر بھوک کے دفعیہ کی کوئی صورت تو تھی نہیں۔ اس لئے عام حالات میں منوں بھر آٹے کی قیمت کا سونا مٹھی بھر آٹے اور پادل کا کام نہ دے سکا۔ نوٹوں کے بدل بھی بیکار ہوئے سونے چاندی کے زیور بھی بے فائدہ ثابت ہوئے اور فنا طیر مقنطرہ سے اپنی حیات کو کسی طرح برقرار رکھنے کی صورت نہ کر سکے

در بیا باں خشک در یگ رواں
تشنہ را در دہاں چہ در چہ صدف
مرد بے توشہ کار فدا ز پائے
مرکز بند او چہ زر چہ خذف
گر ہمہ زر جعفری دارد
مرد بے توشہ برنگیہ و گام

سے قبل ایران میں، روم میں، سب ہی کہیں عورت بادشاہ رہ چکی ہے۔ یمن میں بھی کوئی ملکہ رہی ہو تو کچھ عجیب نہیں۔ قیاس و گمان کی حاجت نہیں۔ ایک کتبہ بھی اتفاق سے قبر ہی میں موجود ملا۔

ولوح فیہ مکتوب باسمک | اور ایک تختی ملی جس پر یہ
اللہم اللہ حمیر | لکھا تھا۔ تیرے نام سے
اے خدا اے خدائے حمیر،

گویا ظہور اسلام سے بہت قبل کا۔ جب دنیا خدائے رب العالمین کے تخیل ہی سے نا آشنا تھی۔ اور خدا ہر ہر قوم ہر ہر قبیلہ کا جدا جدا تھا۔ کتبہ پر پانچ شعر لکھے ہوئے ہیں۔ اصل شعر کتاب میں دیکھئے۔ یہاں پر صرف ترجمہ درج ہو رہا ہے :-

(۱) میں تاجہ بنت ذوشفر ہوں۔ میں نے اپنے شاہی داروغہ کو یوسف کے پاس بھیجا۔ پھر حب واپسی میں دیر ہوئی تو میں نے اپنی خواص کو بھیجا۔

(۲) چاندی کی ایک مقدار دے کر، کہ اس کے عوض میں آٹے کی ایک مقدار لائے۔ پھر جب وہ مل نہ سکا پھر میں نے سونادے کر بھیجا۔

(۳) جب اس سے بھی مل نہ سکا۔ تو پھر میں نے موتی بھیجے اور جب اس سے بھی مل نہ سکا۔ تو میں نے ان موتیوں کو پسوا ڈالا۔

(۴) وہ کسی کام نہ آ سکے۔ سو اب میں یہاں دفن ہوئی ہوں جو کوئی میری خبر پائے۔ اسے چاہئے کہ میرے اوپر ترس کھائے۔ (۵) اور اگر کوئی عورت میرے ان زیوروں پر طمع کر کے انہیں پہننا چاہے تو اسے میری ہی جیسی موت نصیب ہو۔

حضرت یوسفؑ (۴ سال) وفات غالباً شہد ق م کے زمانہ میں مصر میں جو عظیم الشان قحط پڑا تھا۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں بھی ہے اور توریت میں بھی۔ عرب کا شمال۔ علاقہ فلسطین تک ایک تو اس سے متاثر تھا ہی۔ عرب کے جنوبی علاقہ یمن تک

در بیا بال فقیر سوختہ را

شلم پختہ بہ زلفہ خام

حادثہ جیسا بھی ہولناک اور لرزہ خیز تھا۔ تھا اور گزر

گیا۔ نوشتہ تقدیر میں جس جس جسم و جان کی باہمی حفاظت

لکھی ہوئی تھی۔ دنیا سے اُن کا رخصت ہونا لازمی تھا اور رخصت

ہو گئے۔ لیکن ”ان فی ذلک لعبرة لاولی الالباب“

سونے چاندی کے ڈھیر پر مغرور انسان کو اپنے اس مایہ ناز

اور محبوب شے کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانا چاہئے جس مال

و دولت کے اکٹھا کرنے میں ہم کو حلال و حرام کی تمیز نہیں۔

اس کی قدر کیا ہے۔ سود سے ہو، قمار سے ہو، دھوکہ بازی سے

ہو فریب کاری سے ہو، یتیم کا مال ہو یا کسی بیوہ اور غریب

غصب کی صورت میں ہو، غرض جس طریقہ سے ہو مگر کس کی

کو ہر کیا جائے۔ اور سونے چاندی کے زیورات بنائے جائیں۔

گھر میں مال موجود لیکن سال پر سال گزر جاتے ہیں۔ کبھی اُن

میں سے فرض زکوٰۃ ادا کرنے کی نوبت نہیں آتی۔ بھوکوں

تنگوں کو دیکھ کر اس ڈھیر میں سے کسی قدر ان کو دینے کی بہت

نہیں ہوتی۔ غرض قارون کا خزانہ ہوتا ہے کہ جب اس کو کہا

جائے احسن کما احسن اللہ الیک تو وہی جواب

ملتا ہے انما اوتیتہ علیٰ علمہ عندی پس زرد جواہر

کے ایسے عاشقوں اور اس پر اترانے والوں کو عبرت کی آنکھ

کھول کر دیکھنا چاہئے۔ کہ چار ہزار سال قبل کے واقعہ ملکہ مین

کے اثر انگیز اور ارمان بھرے کتبے سے اگر متاثر نہ ہوتے ہوں۔

تو چند مہینے قبل کے اس ہولناک تباہی اور مال و دولت کی

بے قدری سے اثر پذیر ہوں۔ ان اموال و املاک کے حقوق

واجبہ میں کوتاہی ہرگز نہ کریں۔ کہ دنیا میں بھی آٹے کے وقت

میں یہ تمام خزانے کارگر نہیں۔ اور قیامت کے دن تو فتنہ کوئی

بہا جباہم و جنوبہم و ظہورہم و ہذا ما

کنزتم لانفسکم فذوقوا ما کنتم تکبرون۔

یعنی اسی مال (بے زکوٰۃ) کو دوزخ کی آگ میں دھکا دیا جائیگا

پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے، اور کر وٹیں، اور۔
پٹھیں (اور کہا جائے گا) یہ ہے وہ مال جو تم نے گار کر رکھا تھا
اپنے واسطے۔ اب اپنے گارٹے کا فزہ چکھو؟ اور

اذاکان یوم القیامۃ صفحتہ لہ صفائح من نار

فاحمے علیہا فی نار جہنم فیکوئی بہ بھا جانبہ و

جبینہ و ظہرہ الخ (مسلم شریف) زکوٰۃ نہ دینے والے

سونے چاندی والے کیواسطے قیامت کے دن اس کے سونے

چاندی سے تختیاں بنادی جائیں گی۔ اور پھر ان تختیوں کو جہنم کی

آگ میں خوب گرم کیا جائے گا پھر اُن سے اس شخص کی گردن

پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔ (العیاذ باللہ)

سزا قوم خادم قوم - ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ

تین میل کے فاصلہ پر مقام حراء پہنچے۔ دیکھا کہ ایک عورت پکار رہی

ہے اور دو تین بچے رو رہے ہیں۔ پاس جا کر حقیقت حال دریافت

کی۔ اس نے کہا بچے بھوک سے تڑپ رہے ہیں۔ بس نے ان کو

بہلانے کو خالی ہانڈی چڑھا دی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسی

وقت مدینہ آئے۔ اور آٹا۔ گھی۔ گوشت اور کھجوریں لے چلے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام آٹم نے کہا۔ میں لے چلتا ہوں۔

فرمایا۔ ہاں۔ لیکن قیامت میں میرا بار تم نہیں اٹھاؤ گے غرض

حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود سامان لے کر اس عورت کے پاس گئے

اس کھانا پکانے کا انتظام کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود چوٹھا

پھونکتے تھے۔ کھانا تیار ہوا تو بچے خوشی خوشی کھا کر اُچھلنے

کو دئے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، دیکھتے تھے اور خوش

ہوتے تھے (کنز العمال صفحہ ۳۵۲ جلد ۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے تھے

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، قبر مبارک پر چرمتیں نازل ہوں۔ کہ

میں نے ”عام الراد“ کی قحط سالی میں ایک دفعہ ان کو دیکھا۔

کہ آٹے کی بوری پشت پر اور روغن زیتون سے بھرا برتن ہاتھ

میں لے کر جا رہے ہیں۔ اور آپ کا غلام اسلم بھی ساتھ ساتھ کچھ

دیکھئے ایسوں کو غرباء پر روری سے کیا کام؟ ”روٹی“ روٹی کے لئے لگا لگا کر اور پیٹ کا واسطہ دے دے کر عوام کو اپنی طرف بلانے والوں اور غریب نوازی کے بلند بانگ دعاوی کرنیوالوں ”کارل مارکس“ کے مریدین میں سے کس کس نے آج تک ایسی خدمت خلق کا جو کہ خدمت حق بھی ہے نمونہ پیش کیا۔ بات یہ ہے کہ سٹیج پر کھڑے ہو کر تقریریں کرنا اور شے ہے اور میدان عمل میں نکل کر کروکھانا اور ”پاکستان“ بنانے والے ”قائدین“ پاکستان کی قیادت کی ان ذمہ داریوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر قدم رکھائیں اور ابھی سے یہ سمجھ لیں کہ اسلام سید القوم خاتمہ قوم کا سرور قوم کا خادم ہی ہوا کرتا ہے۔

علم کی قدروانی اس چودھویں صدی میں عالم کی قدروانی کو عند ان بنادینا بھی قابل استعجاب ہے، کیونکہ جب معنوں کا کہیں وجود نہ تحقق نہیں تو عنوان کیا۔ اسلئے اس انتظار میں تو نہ رہے کہ میں کہیں اس صدی کا واقعہ بیان کر دوں گا۔ اب تو کوئی دین کو نہیں پوچھتا۔ تو پھر عالم دین کو کون پوچھے صرف اس خیال سے کہ

تازہ خواہی داشتن گرد اغمائے سینہ را

گا ہے گا ہے باز خواں ایں قصہ پارینہ را

کچھ مدت پہلے کی بات پیش کرتا ہوں۔ اس لئے مستبعد بھی نہ سمجھئے۔

ایک روز ابو ابراہیم نامی ایک فقیہ عالم مسی ابو عثمان میں دغظ کر رہے تھے۔ اسی حالت میں شاہی چوہدار آیا اور اس نے ابو ابراہیم سے کہا کہ امیر المومنین نے آپ کو اسی وقت بلایا ہے۔ اور وہ باہر انتظار کر رہے ہیں۔ ابو ابراہیم نے کہا تم امیر المومنین سے کہہ دو کہ میں اس وقت خدا کے کام میں مصروف ہوں جب تک اس کام سے فارغ نہ ہوں انہیں آسکتا۔ چوہدار اس جواب کو سن کر حیران رہ گیا۔ اور ڈرتے ڈرتے جا کر خلیفہ کی خدمت میں ابو ابراہیم کا جواب عرض کیا۔ خلیفہ نے سن کر چوہدار سے کہا کہ تم جا کر ابو ابراہیم سے کہہ دو کہ میں اس بات کو سن کر

لئے جا رہا ہے۔ میں بھی ساتھ ہوں۔ یہاں تک کہ ہم جرار کے چشمہ پر پہنچے۔ وہاں دیکھا کہ بنو غراب کے بس گھرانے اتر چکے ہیں۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ کیوں یہاں چلے آئے ہو۔ انہوں نے اپنی بھوک اور تکلیف کا اظہار کیا۔ آپ نے فوراً آسمان اور دیگر سامان نکال کر پکانے کی تیاری شروع کی۔ اور فوراً کھانا پکا کر ان سب کو کھلایا۔ پھر اسلام کو مدینہ منورہ بھیجا۔ اس نے جا کر وہاں سے چند اونٹوں پر کھانے پینے کا سامان اور کپڑے وغیرہ لاد کر حاضر کئے۔ آپ نے سب پر وہ اشیاء تقسیم کیں اور وہ تمام کے تمام نہایت خوش و خرم اپنے وطن کو واپس لوٹ گئے۔

(ازالۃ الخفاء ص ۵۶)

یہ ہے حکومت الہی کے ایک ”حاکم“ کی ”حکمرانی“ اور صحیح معنوں میں ”پاکستان“ کے پاک بندوں کے ایک پاکیزہ امیر کی ”امارت“ کا ایک نمونہ، بیوہ عورتوں، یتیم بچوں، اور بھوکے انسانوں کی خبر گیری کرنے کے بہت سے واقعات میں سے صرف دو واقعے، امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کے اشارے سے لاکھوں مجاہدین کی فوجیں کسریٰ کے تحت و تاج روندنے اور قیصر کی قیصری تباہ کرنے کے لئے شام و ایران کے میدانوں میں لڑ رہے ہیں وہ بہ نفس نفیس اپنے پشت مبارک پر آٹے کی پوری لاد کر بچوں کو کھلانے جا رہے ہیں کیا چشم فک نے کہیں ایسا امیر اور بھی کوئی دیکھا ہے۔ دنیا کی کوئی قوم بھی ایسے ”مخدوم“ خادم پیش کر سکتی ہے؟ روئے زمین میں کوئی نظام بھی ایسا بنا یا جاسکتا ہے جس کا چلانے والا اپنے سینہ میں ایسا در در رکھتا ہو۔ مساوات قائم کرنے کے دعوے دار تو بہت نکلیں گے۔ لیکن عملی میدان میں مساوات کے صحیح نمونے پیش کرنے کی جرأت اور کسی کو نہیں ہو سکتی۔

بنگال کے اس عام الزام ”میں وائسرائے، اور گورنر، کمشنر و ڈپٹی کمشنر کو تو چھوڑیے کسی تحصیلدار اور پٹواری نے بھی یہ کر دکھایا ہے۔ کہ بھوک سے بیتاب ہو کر مرنے والے بچوں کیلئے دیہات میں جا کر روٹی کا ایک ٹکڑا پہنچایا ہو۔ خیر ان کو بھی جلنے

خاطر ہر سال بیش بہا ہدایا و تحائف بھیج کر اس کو راضی رکھنے کی کوشش کرتی تھیں۔ اس قدر جاہ و شمت و عجب و سیاست رکھنے والے بادشاہ کی طرف سے ایک ”مولوی“ کی عزت افزائی و قدر دانی اب موجودہ فضا کے لحاظ سے یقیناً قابلِ تعجب و مستبعد لیکن جس زمانہ کا واقعہ ہے اس ماحول کے اعتبار سے اس میں کسی قسم کی بُدرت نہیں۔ کیونکہ علیٰ کمزوریوں کے ہوتے ہوئے بھی راغی و رعایا ہر دو کو دین عزیز و محبوب تھا۔ اس لئے ان کے حاملین اور انبیاء کے وارث انہیں پیارے اور نازنین تھے اب جب مذہب کی محبت نہ رہی تو مذہب کے منتسبین سے پھر کیوں تعلق رہے۔ دین چھوڑا تو حکومت گئی، حکومت نہ رہی تو دین رخصت ہوا۔ پھر اب دینداروں سے واسطہ کیوں رکھیں

۵ جلا ہے جسم جہاں دل بھی جل گیا ہوگا
کر دیتے ہو جہاں را کھ جستجو کیا ہے

نئی مورچہ بندی کی ضرورت - یہ ایک تاریخی حقیقت

..... ہے کہ جس طرح ہر زمانہ میں مجاہدین اسلام نے میدان میں نکل کر غیر مسلم اقوام کے ساتھ تیر و سنان کی لڑائیاں کی ہیں اور جہادِ عائد اور مدافعتی ہر طرح پر مردانہ واردا و شجاعت دیتے رہے۔ اور ان کے خون کی آبیاری سے اسلامی چین سرسبز و شاداب رہا۔ اسی طرح ہر زمانہ میں علماء و مشائخ نے غیر مسلموں اور مسلم ناغیر مسلموں کے تمام علمی، ذہنی حمولوں کا جواب دیا۔ اور اسلام کے عقائد و نظریات کو دشمنوں کے اعتراضوں سے محفوظ رکھنے کے لئے انہوں نے ان فکک کوششیں کیں۔ بلکہ صوفیائے کرام نے وہ کام کر دکھایا۔ جو کہ مسلح فوجیں نہ کر سکتی تھیں۔ شہاب الدین غوری سے پہلے حضرت شیخ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے ہندوستان کے قلب اور ہندو طاقت کے مرکز راجپوتانہ پر روحانی قبضہ کر لیا تھا۔ ان کے بعد حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ اور سلطان نظام الدین اولیاء دہلویؒ نے دہلی اور نواح دہلی میں اسلام کی روشنی پھیلانی۔ اور شیخ داتا گنج بخش علی ہجویری

بہت خوش ہوا، ہوں کہ آپ خدا کے کام میں مصروف ہیں۔ جب اس کام سے فارغ ہو جائیں تو تشریف لائیں۔ میں اس وقت تک دربار میں آپ کا منتظر رہوں گا۔ جو بدار نے یہ پیغام آکر ابوالبراہیم کو سنا دیا۔ ابوالبراہیم نے کہا کہ تم جہاں امیر المومنین سے کہو۔ کہ میں بڑھاپے کی وجہ سے نہ گھوڑے پر سوار ہو سکتا ہوں نہ پیدل چل سکتا ہوں۔ باب السہیل سے زیادہ دور ہے۔ مگر باب الصنع یہاں سے قریب ہے۔ اگر باب الصنع کے کھول دینے کی اجازت دیں۔ تو میں اس دروازے سے باسانی حاضر دربار ہو سکوں گا۔ باب الصنع ہمیشہ بند رہتا تھا۔ اور کسی خاص موقع ہی پر اس کے کھولنے کی اجازت ہوتی تھی۔ ابوالبراہیم اس کے بعد پھر اپنے وعظ میں مصروف ہو گئے اور جو بداریہ پیغام بھی خلیفہ تک پہنچا کر خلیفہ کے حکم سے اس کمرچہ میں بیٹھ گیا۔ جب ابوالبراہیم اپنا وعظ ختم کر چکے تو جو بدار نے عرض کیا کہ باب الصنع آپ کے لئے کھول دیا گیا ہے اور امیر المومنین آپ کے منتظر ہیں۔ ابوالبراہیم جب باب الصنع پر پہنچے تو دیکھا کہ وہاں امراء و وزراء انکے استقبال کے لئے موجود ہیں۔ دربار میں گئے اور خلیفہ سے باتیں کر کے اسی دروازے سے عزت و احترام کے ساتھ واپس آئے (تاریخ اسلام)

یہ ”خلیفہ“ کون تھا جس نے ایک ”مولوی“ کی اتنی قدر کی۔ امراء و وزراء سے استقبال کرایا۔ خاص دروازہ اس کے لئے کھلایا آپ کو حیرت و استعجاب میں کیوں رکھوں ”بے چارے مولوی“ کی اس قدر عزت کرنے والا خلیفہ سرزمین اندلس کا مشہور عالم خلیفہ حکم ثانی ابن عبدالرحمن ثالث المتوفی ۳۶۶ھ تھا جسکی ناموری اور شہرت کا چار دانگ عالم میں چرچا تھا، موجودہ یورپ کی تمام علمی ترقیاں اور قدنی اور تہذیبی بلند پروازیاں ان علمی اداروں اور یونیورسٹیوں کی طفیل ہیں۔ جو اس عالم اور علم شناس خلیفہ کے عہد میں قرطبہ اور دوسرے حصص ملک میں قائم تھیں۔ یورپ کی اکثر سلطنتیں اس کی باجگزار تھیں اور تمام یورپی حکومتیں اس سے صلح و مسالمت رکھنے کی

ہی کو لیجئے یہاں بھی ہر زمانہ میں علمائے کرام نے اُس دور کے فتنوں کے استیصال کی کوششیں کی ہیں اور اس زہر کیلئے تریاق مہیا کرنے میں لگے رہے ہیں جس سے اس وقت مسلمانوں کو ہلاک کیا جاتا تھا۔ حضرت مجددِ سرسیدؒ کی اکبری کفر و الحاد کے مقابلہ میں کامیاب جہاد کیا۔ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ان کے خاندان نے اپنے زمانہ کے مذہبی اور سیاسی فتنہ رفض و تشیع کے خلاف ہر ممکن طریقہ سے مورچہ بندی کی اور نیز ہندوؤں کے خلط و ربط سے جو بدعات مسلمان گھرانوں میں پھیل گئی تھیں ان کی اصلاح کے لئے مختلف طریقے استعمال کئے۔ اردو فارسی تراجم قرآن مجید اور احادیث نبویؐ کی تدریس و اشاعت سے مذہبی جوش عام اور دینی حس بیدار کر کے ہندوستان میں صحیح اسلام کو باقی رہنے دیا۔ اس وقت تک مذہبی کمزوریوں کے باوجود کسی قدر سیاسی طاقت اور اپنی حکومت ہونے کی وجہ سے اور نیز ان حضرات کے اخلاص و سعی سپہم سے کامیابی بھی ہوتی رہی اور فتنوں کا سد باب ہو گیا۔ مگر جب مسلمانوں سے تاج و داؤد چھینا گیا۔ اور غیروں کی غلامی کا طوق گلے میں پڑ گیا تو مسلمانوں کے مذہب کی پامالی کے لئے قوتِ مسلطہ کی ظاہری اور باطنی سرپرستی سے اندرونی اور بیرونی نئے نئے فتنے اٹھے۔ سرسید کی تحریک، دیانند سرسوتی اور اس کا نیا مذہب، عیسائی مشن اور اس کی تبلیغ، مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ وغیرہ۔ علم دین و علم دین کی تضعیک و قہمیں اور مدارس و مساجد کے استحقار و احتقار کی مہم کو شروع کیا گیا۔ تاکہ علم و علماء سے عام نفرت و حقارت پیدا ہو جائے۔ اور اسلام کی اس فوج کو اس پروپیگنڈے سے منتشر اور ان اسلامی قلعوں (مدارس و مساجد) کو مسمار کیا جائے۔ مگر علمائے کرام کی مجاہد و سرفروش اور سخت جان جماعت نے ان تمام مصائب کا روانہ وار مقابلہ کیا۔ اور انہوں نے ان تمام دشمن اسلام طاقتوں کے مقابلہ کے لئے اپنی پوری ہمت و قوت صرف کی۔ چنانچہ عیسائیوں کے مقابلہ میں مولانا رحمت اللہ کیرانوی جہاد کی رحمتہ اللہ علیہ اور پادریوں اور دیانند سرسوتی کو زیر کرنے کے لئے

رحمتہ اللہ علیہ نے پنجاب کی سرزمین میں اسلامی جھنڈا گاڑ دیا تھا۔ حتیٰ کہ سائرا، ملایا، جاوا کے انتہائی دور جزائر تک شیخ عبداللہ عارف۔ سید برہان الدین۔ شیخ عبداللہ مینی۔ مولانا ملک ابوالہیم اور شیخ نور الدین کی برکتوں سے توحید کا پیغام پہنچا۔ اور کفرستان کی بجائے اسلامی ممالک بن گئے۔ اسی طرح علمائے کرام نے خارجی اور داخلی حملوں کی روک تھام کے لئے اپنی عمریں صرف کیں۔ جب فلسفہ یونان کی اشاعت کی وجہ سے عقلیت کا رنگ غالب ہونے لگا اور فلاسفہ کی من گھڑت اشکال کی بنا پر اسلامی عقائد و نظریات پر عقل پرستوں کی طرف سے اعتراضات شروع ہونے لگے۔ تو امام ابو الحسن اشعریؒ اور امام ابو منصور ماتریدیؒ نے ان کے متبعین نے علم کلام کی باقاعدہ تدوین کر کے ان کے اعراضوں کا دندان شکن جواب دیا۔ اور معتزلہ کا ناطقہ بند کر دیا۔ امام اشعریؒ کے متعلق تمام تواریخ کا متفقہ فیصلہ ہے و کانت المعتزلۃ قد رفعا و اسما و سہم حتی بعث اللہ الاشعری فحجزہم فی اقباع السماسم (مقریزی وابن خلکان وغیرہ) منزله اور دوسرے فلسفہ زدہ جماعتوں کے مقابلہ کے لئے علمی میدان میں نکلنے والے ہی پہلوان "مشکلیں" کہلاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دشمن جن اسلحہ سے مسلح ہو کر حملہ آور ہو رہا ہو۔ ممانعت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ اسی قسم کا یا اس سے بھی بہتر قسم کا اسلحہ مہیا کر کے اس کے صحیح استعمال پر قادر ہو جائے اس لئے ہمارے متقدمین فلسفہ کے اسلحہ سے مسلح بے دینوں کے مقابلہ کے لئے اور ان کو شکست دینے کیلئے خود بھی فلسفہ یونان کو سیکھتے۔ اور پھر خود ان کے اصول کی غریب و تردید میں لگے رہتے اور عقل کے ان معیول کی بے عقلی آشکارا کرتے۔ چنانچہ حجتہ الاسلام امام غزالیؒ اور امام رازیؒ اور دوسرے اعلیٰ علماء کی تمام عمریں اسی مشغلہ میں گذریں۔ تہافہ الفلاسفہ اور علی طوسی کی کتاب الذخیرہ وغیرہ اس کے چمنوں میں ہیں۔ اور انہی کی مساعی جمیلہ سے الحاد کا وہ عظیم الشان سیلاب رُک گیا جو فلسفیت کے رنگ میں پھیل گیا تھا۔ بات کو مختصر کرنے کے لئے اور محالک کو چھوڑ کر ہندوستان

کردی۔ میدان جنگ کا نقشہ اور اسلحہ اور ہوا گیا۔ تو توپ و تفنگ کو بھی کونے میں رکھ کر ہوائی جہازوں، ٹینکوں، تارپیڈو، بحری جنگی جہازوں، بموں، گیسوں کی ضرورت لاحق ہوئی اور اب ان کا استعمال بلاشبہ جائز اور آیت و اعداۃ اللہ ما استطعت من قوۃ ومن رباط الخیل ترہبون بہ عداۃ اللہ وعدہ کھ میں یقیناً داخل ہے۔

اسلئے یہ کہنا اسلاف کی شان میں کوئی حرف گیری نہیں۔ کہ ضرورت ہے اسلام کے ان قلعوں یعنی عربی مدارس و مکاتب کی نئی مورچہ بندی کی جائے۔ اور اس فوج کے سپاہیوں کو نئے اور تازہ حرب سے لیس کیا جائے اور ان کو دشمنوں کے تمام اسلحوں طریق جنگ، ان کے مورچوں کے قوی اور ضعیف پہلو اور ان پر کامیاب ضرب لگانے کی موثر تدبیریں سکھائی جائیں۔ کفر و اسلام کے اس کارزار میں اگر اسلامی فوج کی سپاہ کو یہ معلوم نہیں کہ مقابل کی فوج کی عسکری طاقت کتنی ہے۔ ان کی فوج کا کون سا حصہ کمزور ہے۔ ان کے مورچے توڑنے کے لئے کس طرح حملہ کرنیکی ضرورت ہے تو ظاہر ہے اس لاعلمی کی وجہ سے بار بار اسکا شدید حملہ بیکار جا سکتا ہے اور بار بار حملہ کے صحیح مواقع کو ضائع کر سکتا ہے۔ آج کل مادیت کا زمانہ ہے۔ پیٹ اور "روٹی" کا سوال زور و شور پر ہے۔ ظالم حکومتوں کے جاہلہ قوانین اور قاہرانہ نظام نے غریبوں، مزدوروں، اور کسانوں کو ناپ جوں کا محتاج کر دیا ہے۔ اب انہیں پیٹ کی فدا اول ہے اور دوسری چیزیں بعد میں۔ ابلیس انسانی شکلوں میں متمثل ہو کر عوام کے اس نفسیاتی موقع سے فائدہ لینا چاہتا ہے۔ مخلوق خدا کو خدا سے جدا کرنے، منکر کرنے کے لئے اسی حربہ کو کارگر سمجھ کر سٹولٹ نظام کی جس خوبی کا پروپیگنڈا کر رہا ہے مسلمان گھرانوں کے ہزاروں نوجوان قرآن مجید سے زیادہ "سرمایہ" پر ایمان لائے ہوئے ہیں۔ مستقبل کے ہندوستان میں ہندو دھرم، عیسائی مذہب یا اور کسی مذہب کے پھیلنے کا خطرہ نہیں۔ اور یہ تو وہم و گمان میں بھی نہیں کہ فلاسفہ یونان کے ہزاروں برس قبل کے نظریات

حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بانی دارالعلوم دیوبند میدان میں آئے۔ اور حقانیت کے گرو گرانبا سے انہوں نے باطل کو پاش پاش کر دیا۔ اور اس طرح انہوں نے نئے نئے اعتراضات کے جدید اسلوب سے جوابات دیکر ایک نئے علم کلام کی بنیاد رکھی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے خانہ ساز مذہب کی دھجیاں بکیرنے کے لئے مناظرین اسلام نے اس کی کتابوں پر عبور حاصل کر کے ان کی ایسی تردید شروع کی کہ آج ان علماء کی رہنمائی اور ہمت کی برکت سے کسی شخص کو بھی مرزا غیوں کے کفر و ارتداد میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ اور علمائے کرام کی ان مساعی کی برکت سے عیسائی مشن نا کام، آریہ سماجی خائب و غاسر اور مرزائی ہر جگہ قابل اہت ہو گئے۔ اور حصال کا خاکساری فتنہ جو اپنے تمام پیش روؤں سے کفر میں بڑھ کر اور مفاسد و مضار کے لحاظ میں سب کا سرتاج تھا، علماء ہی کی کوششوں سے دب گیا اور ہزاروں لاکھوں نوجوان تباہی کی اس آگ میں گر پڑنے سے ہوک گئے۔

غرض بتلانا یہ ہے کہ ہر دور میں علمائے کرام کے ذمہ دین الہی کی یہ خدمت متعین ہے کہ وہ اسلام کے چشمہ صافی کو باطل کی کدورتوں سے پاک و صاف رکھا کریں گے۔ اور مگر اہی کے گڑھوں میں گرنے والی مخلوق کو بچانے کی سعی کیا کریں گے۔ لیکن اس باطل کے مقابلہ میں کامیاب ہونے کا اسلحہ ہر زمانہ میں علیحدہ علیحدہ ہے۔ چند صدی قبل جن جن آلی علوم کو باطل کے مقابلہ کے لئے اسلحہ سمجھ کر حاصل کیا جاتا تھا اور اس کو کام میں لاکر میدان سرکئے جاتے تھے۔ زمانہ کی تبدیلی کا تقاضا ہے کہ اب ان اسلحوں کو بھی بدلتا پڑے گا۔ ہمارے بزرگوں صحابہ کرامؓ اور دوسرے غازیان اسلام نے اپنے اپنے عصر میں کافروں کا مقابلہ تیر و سناں، نیزہ و تلوار سے کیا تھا لیکن کچھ عرصہ بعد زمانہ کی رفتار ترقی اور ضرورت کو دیکھ کر انہوں نے توپ و تفنگ کا استعمال کیا۔ اور یہ نہیں سمجھا کہ یہ تو اسلاف کی "سنت" و منہاج کو ترک کرنا ہے یا ضمتنا ان پر نہ چلنی ہے اس کے بعد جب فلک پر کی چند اور گردشوں نے زمانہ کی حالت و درگاہوں

داخل کیا جائے۔ جب پڑھنے پڑھانے کا مقصد دین حنیف کی خدمت ہے اور مدارس عربیہ کی تاسیس اس غرض کیلئے ہوتی ہے کہ علماء کی ایسی جماعت تیار ہوتی رہے جو مسلمانوں کی داخلی اصلاح بھی کرے۔ اور خارجی حملوں کے لئے بھی سینہ سپر ہو سکے۔ تو اب ظاہر ہے کہ بے دینی و دہریت کے موجودہ سیلاب کی مداخلت کے لئے ان علوم سے ... واقفیت، اور نیز سوشلزم اور دوسرے نظاموں کی بنیادی تحقیقوں سے نفیت نہایت ضروری اور لازمی امر ہے۔

میں کیا اور میری بے باط کیا۔ جبکہ ہندوستان کے مقتدر علمائے کرام اور دُور بین و انجام شناس مقتدایانِ دین نے اس ضرورت کا احساس کیا ہے۔ لیکن ابھی تک اس پر عملدرآمد شروع ہونے کی نوبت نہیں آئی۔ اگر تمام مدارس و مکاتیب کے منتظمین و اراکین کو اس چیز کا احساس ہو جائے اور وہ اپنے اپنے حلقہء اثر میں اس کام کی ابتداء کریں تو نہایت بہتر ہوگا۔ ہاں یہ صحیح ہے کہ جب تک کسی مرکزی مقام پر اس بارے میں سبقت نہ ہو جائے۔ چھوٹے چھوٹے مدارس کا اقدام زیادہ نتیجہ خیز نہیں۔ ہندوستان کی سب سے بڑی اور مرکزی درس گاہ دارالعلوم دیوبند کے اراکین کو اس بارے میں خاص طور سے توجہ دلائی جائے۔ موجودہ نصاب کی ترمیم و تہج کے بارے میں مفید و غیر مفید کی تقسیم۔ عام رائے اور اپنی رائے کو کسی دوسری صحبت کے لئے محفوظ رکھنا ہوں۔ انتظار رہے گا کہ مدارس عربیہ کے منتظمین اور دوسرے اہل الرائے اور صاحب قلم حضرات پر ان سطور کا کیا اثر ہوگا اور نفی و مخالفت کی آواز کہاں کہاں سے اور کس طور پر اٹھتی ہے۔

ایک مذہب و نظام کی صورت میں ہندوستان پر قبضہ کر جائیں گے۔ البتہ قوی خطروہے۔ تو وہ اس الحاد و بے دینی کا ہے اس لاندہ بی اور مادر پدر آزادی کا ہے جو اشتراکیت، استمالت، کے نام سے آہستہ آہستہ پھیل رہی ہے۔ جو چند ظاہری نظر فریبیوں اور خوش رنگینوں کی وجہ سے بھولے بھالے عجلت پسند انسانوں کے لئے موجب کشم و دُشپی بھی ہے۔

پس شیطان کے اس نئے شاہکار کی قوت توڑنے اور مخلوق خدا کو خدا کے ساتھ جوڑنے کے لئے علمائے اسلام کا فریضہ ہے۔ کہ باطل کی اس عمارت کی بنیادیں گرا دیں۔ اور اس معاشی نظام کی بنیادی خرابیاں بتلا کر اچھے اور دلنشین پیرایہ میں اسلام کا وہ صحیح اور کامیاب معاشی نظام پیش کریں۔ جس سے دنیا میں بھی آرام و راحت کی زندگی نصیب ہوتی اور آخرت کی خوشیاں بھی حاصل ہوتی ہیں۔ اور جو خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے دور مبارک میں جاری رہا۔ مدارس عربیہ کے نصاب میں تاریخ و جغرافیہ، علم الاقتصاد اور دوسرے علوم عصریہ کی کتابیں داخل کرنا موجود حالات کے اعتبار سے نہایت ضروری ہے۔ اور قدیم نصاب کی بعض ایسی کتابیں جن کا پڑھنا پڑھانا دین و دنیا دونوں کے لحاظ سے موجودہ دور میں مفید نہیں خارج کرنا چاہئے۔ یہ صحیح ہے کہ کسی زمانہ میں ان کا نصاب میں رکھنا ضروری تھا اور اس لئے ہمارے اسلاف نے ان کی طرف توجہ کی اور انہوں نے اپنے زمانہ کے لحاظ سے بالکل صحیح کیا۔ بلکہ ایسی کتابوں کو شامل درس کر کے انہوں نے ہمارے لئے یہ اصول وضع کیا کہ رفتار زمانہ کے مناسب اگر کسی ایسی کتاب اور ایسے علم کو جن کا بلا واسطہ تعلق مذہب سے نہیں بھی ہے شامل درس کیا جائے تو یہ عین صواب بلکہ ضروری ہے۔ پس مثلاً جب صدرہ و شمس بازغہ بلا واسطہ دین کے متعلق نہ ہونے کے باوجود ہمارے نصاب میں جگہ پاسکتی تھی، تو اسی طرح تاریخ و جغرافیہ اور علم الاقتصاد کی کتابیں بہ درجہ اولیٰ اس قابل ہیں کہ ان کو ضرور درس میں

ریاست ہائے بلقان کا اسلامی عہد (۱۸۱۰ء)

سلطنت پر بھجوا دیا گیا اور اس طرح سلطنت عثمانیہ کی بنیاد قائم ہو گئی۔ اس نے تخت سلطنت پر متمکن ہوتے ہی باز قلعینی سلطنت کے ساتھ جہاد کا سلسلہ شروع کیا اور یکے بعد دیگرے مختلف فتوحات کرتے ہوئے بحرا سوڈ تک پہنچ گیا۔ ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل پر بروصہ قیصر روم کا ایک زبردست شہر تھا۔ دس سال کے طویل محاصرہ کے بعد ۱۸۰۷ء میں اس کو فتح کیا۔ اور اسی سال بروصہ میں اس کا انتقال کیا۔ اور حسب وصیت اس کا مقبرہ بھی وہاں بنایا گیا۔ اور اس کے لائق جانشین بیٹے اور خان نے بروصہ ہی کو دار السلطنت بنا دیا۔

اورخاں اور داخلہ یورپ

رومی سلطنت کے حصوں میں سے فلسطین و شام اور خلفائے راشدین ہی کے زمانہ میں فتح ہو گئے تھے اور وہاں سے عیسائی حکومت بالکل مٹا دی گئی تھی۔ ایشیائے کوچک (ٹرکی) کا ایک ملک تقریباً سات سو سال سے برابر مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان میدان جنگ بنا ہوا تھا۔ کبھی مسلمان عیسائیوں کو دھکیلتے ہوئے در دانیال اور بحیرہ مارمورا تک لے جاتے تھے۔ اور کبھی عیسائی مسلمانوں کو ریلیتے ہوئے ایران کی حدود تک پہنچ آتے۔ اور صدیوں تک یہ لڑائیاں جاری رہیں۔ جنگو تاریخ میں صلیبی محاربات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہ سعادت ترکوں کی قسمت میں تھی کہ انہوں نے ایشیائے کوچک پر مکمل قبضہ کر کے یورپ کو میدان جنگ بنایا اور صلیبی لڑائیوں کے اس سلسلہ

اخبارات میں آپ موجودہ جنگ عظیم کی خبروں میں اکثر ریاستہائے بلقان کا ذکر سنتے ہی رہتے ہیں۔ بلغاریہ، رومانیہ، ہنگری، سربیا، یونان، وغیرہ وغیرہ نام اکثر زبان زد ہیں۔ قارئین شمس الاسلام کی معلومات کیلئے آج کی صحبت میں ان ریاستوں کے متعلق اسلامی دور کے چند واقعات اجمالی طور سے عرض کر رہا ہوں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان ملکوں کو ایک زمانہ تھا کہ مسلمانوں کے گھوڑوں نے روندنا ہے اور اسلام کا جھنڈا ان علاقوں کے سنگین قلعوں پر لہراتا رہا ہے۔ قدم قدم پر مسلمان مجاہدین کے خون کے چھینٹے پڑے تھے اور جگہ جگہ شہدائے اسلام نے حیاتِ سرمدی حاصل کی تھی۔ عبرت کی جگہ ہے کہ وہ ملک جو مسلمانوں کا زیر نگین تھا آج غیروں کے قبضہ میں ہے۔ اور صرف عیسائی قومیں ہی اس پر قبضہ کرنے کی فکر میں ہیں۔ مسلمانوں کے تصور میں بھی یہ بات نہیں آتی اور نہ آسکتی ہے کہ یہ ملک ہمارا تھا اور پھر بھی ہمارا ہونا چاہئے۔ وہ ترک جن کے آباؤ اجداد نے تمام جنوبی یورپ کو لرزایا و ترسایا کر رکھا تھا۔ آج صرف اس قدر بھی غنیمت سمجھتے ہیں کہ ان کو نہ چھیڑا جائے تِلْكَ الْاِيَامِ نَدَاوْ لَهَا بَيْنَ النَّاسِ -

سلطنت عثمانیہ کا بانی عثمان خان

۶۹۹ھ میں غیاث الدین کینسر کے مقتول ہونے کے بعد ارطغرل نامی ترکستانی امیر کے بیٹے عثمان خان کو قونیہ میں تخت

کیا۔ لیکن مسلمانوں کی قلیل فوج نے ان کو پھر شکست دی۔ سرویا کے بادشاہ نے بارہ من پختہ چاندی سالانہ اور بوقت ضرورت ایک ہزار سوار لشکر کی امداد دینے کا وعدہ کر کے جان بچائی اور بلغیریا کے بادشاہ نے اپنی بیٹی سلطان کے سامنے نکاح کے لئے پیش کی۔ اور قیصر نے بھی اپنی تین خوبصورت بیٹیاں سلطان اور اس کے بیٹوں کے نکاح کے لئے پیش کیں۔ اس کے بعد پھر ۱۳۹۷ھ میں سرویا، بلغیریا، البانیہ، ہنگری، گلیشیا، پولینڈ، جرمنی، اطالیہ، بوسینیا وغیرہ تمام طاقتیں متحد و متفق ہو کر عثمانی سلطنت کے استیصال کے ارادوں سے مستعد ہو چکیں۔ سرویہ اور بلغیریا والوں نے عہد شکنی کر کے رومیلیا پر حملہ کر دیا۔ اور وہاں کی تھوڑی سی فوج پر حملہ کر کے ان میں سے پندرہ ہزار کو جام شہادت پلا دیا۔

جنگ کسودا - سلطان مراد خاں اول کو جب اس کی خبر ملی تو تیاریاں کر کے مقابلہ

کے لئے روانہ ہو گیا۔ سرویا اور بوسینیا کی سرحد پر مقام کسودا میں عیسائی فوجیں جمع تھیں۔ ۲۱ اگست ۱۳۸۹ء مطابق ۱۳۹۲ھ سلطان نے بھی وہاں جا کر قیام کیا۔ مسلمانوں کی تعداد عیسائی فوج کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی۔ اپنی قلت تعداد کی کمزوری کو دیکھ کر سلطان نے خداوند تعالیٰ کے جناب میں التجا کی صبح تک خداوند تعالیٰ سے دعائیں مانگتے رہے صبح کو زبردست لڑائی ہوئی مگر آخر کار فتح مسلمانوں کو نصیب ہوئی۔ لاکھوں عیسائی مقتول اور بڑے بڑے سردار قید ہوئے۔ شاہ سرویا..... غدار سی کے جرم میں قتل کیا گیا۔ اس جنگ کے بعد تھریس - مقدونیہ - اور جزیبی بلغاریہ کے تمام علاقے دولت عثمانیہ میں شامل ہو گئے۔ جنگ کسودا بھی ختم نہ ہوئی تھی کہ میدان جنگ ہی میں ایک سردی شخص نے دھوکہ بازی سے سلطان پر خنجر کا وار کیا۔ جس سے زخمی ہو کر چند روز بعد سلطان شہید ہو گئے۔

سلطان بایزید یلدرم - سلطان مراد خاں اول کی شہادت کے بعد

کو جو عیسائی اقوام کے جارحانہ حملوں کا منہ بٹھا ختم کر دیا چنانچہ اورخان نے تخت نشین ہوتے ہی ایک سال کے اندر تمام ایشیائے کوچک فتح کر کے دردنیاں کے ساحل تک اپنی سلطنت کو وسیع کر دیا۔ اور نہایت حسن تدبیر سے اپنی حکومت کو مستحکم کر دیا۔ یورپی علاقوں کو ترکوں کے حملوں سے محفوظ رکھنے کے لئے قیصر نے سلطان سے خصوصی تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اور اپنی نوجوان بیٹی تھیودورا سلطان اور خاں کے حوالہ عقد میں دینا چاہا۔ چنانچہ سلطان نے یہ منظور کیا۔ اور خود قسطنطنیہ چل کر اس کو بیاہ لائے۔ ۱۳۹۷ھ میں اس کے بیٹے سلیمان خان نے موقع پا کر یورپی ساحل پر گیلی پولی پر قبضہ کر لیا۔ اور زلزلہ سے گری ہوئی فصیل کو مضبوط کر کے وہاں ترکی فوج کا دستہ متعین کر دیا۔ اسی تاریخ سے یورپ کی سرزمین پر مسلمانوں کے قدم جمنے شروع ہو گئے۔ اور گیلی پولی سے لے کر ویانا تک مسلمانوں کی فوجیں فتح و نصرت کے جھنڈے گاڑتی چلی گئیں۔ ۱۳۹۱ھ میں ۷۵ سال کی عمر میں اورخان کی وفات ہو گئی۔

مراد خاں اول - اورخان کے انتقال کے بعد اس کا لائق بیٹا مراد خاں اول

۱۳۹۱ھ میں تخت نشین ہوا۔ وہ ۱۳۹۲ھ میں اپنی فوج لیکر ساحل یورپ پر اتر آ۔ اور اس نے اڈریا نپل (اورنہ) کو فتح کر کے اپنا دار السلطنت بنایا۔ اور اس وقت سے لے کر فتح قسطنطنیہ تک اڈریا نپل ترکی حکومت کا دار السلطنت رہا۔ بلغیریا، سرویا، ہنگری، بوسینیا وغیرہ تمام جنوبی یورپی ریاستوں کی متحدہ فوج نے ۱۳۹۵ھ میں اڈریا نپل کی طرف مقابلہ کے لئے کوچ کیا۔ ترکی سپہ سالار لالہ شاہین نے بیس ہزار فوج کے ساتھ مقابلہ کر کے ان لاکھوں کی عیسائی افواج کو شکست دی۔ لالہ شاہین نے آگے بڑھ کر تھریس اور رومیلیا میں بھی ترکی حکومت قائم کی۔ ۱۳۹۸ھ میں سرویا، بلغیریا، ہنگری، بوسینیا، پولینڈ، قسطنطنیہ، پوپ روم وغیرہ کی متحدہ فوجوں نے پھر مقابلہ

کی۔ میں خود ہنگری، آسٹریا، فرانس، جرمنی، اٹلی کا
عدم مصمم رکھتا ہوں اور میرا ارادہ ہے کہ میں اٹلی کے
شہر روما میں ہینچک سینٹ پیٹر کی قربان گاہ میں اپنے
گھوڑے کو دانہ کھلاؤں۔ اس لئے میں تم کو رہا کرتا
ہوں۔ جا کر اپنے ملکوں میں خوب تیاری کرو۔

یہ کہہ کر ان سب کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد ۱۸۷۸ء میں
درہ قہر موہلی سے گذرتا ہوا فاتحہ اقتدر ہتیا۔ اور اس کو فتح
کیا۔ اور اس طرح یونان قبضہ میں آیا۔ اور اس کے پہلے سالوں
نے آسٹریا اور ہنگری کی طرف فتوحات حاصل کیں قسطنطنیہ
پر بھی حملہ کار ارادہ تھا۔ لیکن قیصر نے دس ہزار ڈاکٹ سالانہ
خراج دینا منظور کر کے صلح کی۔ اور قسطنطنیہ میں مسلمانوں کی
آبادی، مسجد اور قاضی مقرر کرنے کی اجازت دی۔ اور سلطان
بایزید یلدرم تمام یورپ کو اسلامی ملک بنانے کے ارادوں میں تھا
کہ اور قیصر نے خفیہ پیغامات بھیج کر تیمور کو سلطان کے مقابلہ
کے لئے بلایا۔ تیمور ہردوار میں تھا۔ اور یہاں سے واپس چلا گیا۔
تیمور اور سلطان کی لڑائیوں کی تفصیل درد انگیز و حسرتناک
بھی ہے۔ اور غیر متعلق بھی، اس لئے اس کو ترک کر کے خلاصہ
عرض ہے کہ تیمور کی اس فوج کشی کے ہاتھوں یورپ میں اسلام
کا جھنڈا آگے نہ گاڑا جاسکا۔ سلطان کی توجہ یورپ سے ہٹ
گئی۔ اور ۱۵۰۴ء میں انگورہ کے میدان میں زبردست لڑائی
کے بعد بایزید تیمور کے ہاتھوں گرفتار ہوا۔ اس شیر کو آہنی پنجہ
میں بند کیا گیا۔ اور آٹھ مہینے کے بعد اس مجاہد کی روح نفوس
عنصری سے اس قفس آہنی میں پرواز کر گئی۔ اور ترکی حکومت
چند سالوں تک اس قابل نہ رہی کہ یورپ پر حملہ آور ہو کر اسلامی
حدود کو آگے بڑھاسکے۔

چند سال تک بایزید
سلطان محمد خاں اول کے لڑکوں میں

خانہ جنگی رہی۔ آخر کار محمد خاں اول کامیاب ہو کر ۱۵۱۶ء میں
تحت نشین ہوا۔ اس کا تمام زمانہ اندرونی بغاوتوں کے دنیو اور

میدان کسودا میں سلطان بایزید یلدرم تخت نشین ہوا جو
نہایت لائق بہادر و شجاع تھا۔ جنگ کسودا میں اس نے کارہ
نمایاں کر دکھائے تھے۔ ریاستہائے بلقان کے تمام حاکموں نے
اس کے ساتھ صلح کرنے اور باج گزار ہونے میں غیریت سمجھی۔ قیصر
نے بھی صلح کر کے اپنی حکومت کو بچایا۔ مگر خفیہ ریشہ دوانیاں
اور شرارتیں جاری رکھیں۔ چنانچہ ۱۴۹۹ء میں سلطان یلدرم
نے سنسنا کہ یورپ کی تمام طاقتیں ہنگری کے بادشاہ جسمینڈ
کی تحریک سے متحد ہو چکی ہیں اور غریب شدید حملہ ہونیوالا ہے
اٹلی، فرانس، انگلستان، آسٹریا، ہنگری، پرفینڈ، جرمنی، ایشیا
یوسینیا وغیرہ سب مکمل طور پر تیار ہو کر میدان میں نکلے تھے۔
قیصر بھی خفیہ خفیہ ان کا ساتھی تھا۔ پوپ نے اس کو مذہبی جہاد
قرار دے کر تمام یورپ کو مذہبی جوش سے بھر کر خوب اُبھارا تھا۔
فرانس و انگلستان کی باہمی لڑائی اس کے لئے پوپ نے کوشش
کر کے ملتوی کرائی تھی، عیسائی فوج نے چل کر راستہ میں پوری تباہی
و بربادی مچائی۔ قتل و نہب، آگ لگانے اور آبادیاں خراب
کرنے غرض کسی درندگی سے دریغ نہیں کیا۔ اور اس طرح پہنچتے
پہنچتے بکو پلس کا محاصرہ کیا۔

ملکوپلس کی لڑائی سلطان کو جب اسکی خبر

طرح میدان جنگ کی طرف بڑھا۔ اور ۲۴ دسمبر ۱۴۹۹ء مطابق
۱۴۹۹ء وہ بھی جا کر خیمہ زن ہوا۔ اس جنگ کے لئے یورپ
کی تمام طاقتوں نے مکمل تیاریاں کی تھیں۔ مذہبی حرارت سے
بہادر دل کو گمایا گیا تھا۔ منتخب و بہادر سردار و شجاع سپاہی
اس فوج میں شامل تھے۔ مگر ترکوں کی جرات و سر فروش فوج کے
سامنے ان کی کوئی بہادری کام نہ آئی۔ اور اس ہر اعتبار سے مکمل
و مضبوط لشکر و شکست فاش ہو گئی۔ ڈیڑھ لاکھ کے قریب
عیسائی مقتول ہوئے۔ اس لڑائی میں ۲۵ بڑے بڑے سردار
اور شہزادے قید ہوئے تھے۔ آپ نے ان سب کو بلا کر کہا۔
تم لوگوں نے ناحق میرے ملک پر حملہ کرنے کی تکلیف

سلطان محمد خاں ثانی فاتح قسطنطنیہ

سلطان مراد خان ثانی کی وفات کے بعد ۱۵۵۵ھ میں سلطان محمد خان ثانی جس کی عمر اکیس سال چند ماہ کی تھی ایڈریانوپل میں تخت نشین ہوا۔ یہ وہ نیک بخت سلطان ہے جس کے ہاتھوں مسلمانوں کی ایک دہائیہ آرزو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی آٹھ سو سال بعد پوری ہوئی یعنی شہر قسطنطنیہ فتح ہوا۔ محاصرہ ادا کیا گیا اور اس سلسلہ میں سلطان کی بہترین جنگی تدبیروں - ثابت قدمی اور بہادری کی داستان تو طویل ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۵۵۶ھ مطابق ۲۹ مئی ۱۵۵۳ء کو یہ فتح وقوع پذیر ہوئی۔ ظہر کے وقت سلطان محمد فاتح بھی اپنے وزرا و اعیان کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ مشہور گربا بابا صوفیہ کے دروازہ پر پہنچ کر اذان دلائی اور ظہر کی نماز پڑھی جس کے بعد یہ کفیہ جامع مسجد میں تبدیل ہو گیا۔ اس فتح سے رومن ایمپائر کا خاتمہ ہو گیا۔ اور باقی یورپ پر چڑھائی کرنے کے راستے سے ایک کانٹا ہٹ گیا

بقیہ فتوحات

اگلے سلطان فاتح نے جنوبی یونان کی چھوٹی چھوٹی مختلف ریاستیں فتح کر کے ان کو سلطنت عثمانیہ میں شامل کر دیا۔ بحر اسود کے جنوبی ساحل پر ایک ریاست طرابزون تھی۔ ۱۵۶۰ھ میں اس کو فتح کیا۔ ۱۵۶۱ھ میں خود ایک جرار فوج لے کر ہنگری کے دار السلطنت بلگرید پر حملہ آور ہوا۔ قریب تھا کہ یہ شہر فتح ہو جائے بلکہ فوج کا کچھ حصہ شہر کے بعض حصوں پر قابض بھی ہو چکا تھا کہ سلطان خود زخمی ہوئے اس لئے مجبوراً قسطنطنیہ واپس ہونا پڑا۔ مگر دریائے ڈینیوب کے شمالی صوبوں پر بلگرید تک اپنا قبضہ مضبوطی سے جایا رکھا۔ ۱۵۶۸ھ میں جزائر یونان و دینس وغیرہ مفتوح ہوئے۔ ۱۵۶۹ھ میں احمد قیودوق وزیر اعظم نے کریمیا کے جنوبی

ترکی سلطنت کے از سر نو استحکام میں گزارا۔ اور درحقیقت یہ بھی بہت بڑا کام تھا۔ اس لئے یورپ میں وہ کوئی پیش قدمی نہ کر سکا۔ ۱۵۷۰ھ میں گیلی پولی میں اس کا انتقال ہوا۔

سلطان مراد خان ثانی - تخت نشینی کے

بعد ۱۵۷۰ھ میں میں ہزار انتخابی فوج کو ساتھ لیکر سلطان نے قسطنطنیہ کی فتح کے ارادہ سے اس کا محاصرہ کیا۔ تاکہ قیصر کی شرارتوں کا بالکل ہیہ اتصال ہو جائے۔ نہایت سخت محاصرہ تھا اور قریب تھا کہ شہر فتح ہو جائے کہ قیصر کی خفیہ سازشوں کی وجہ سے ایشیائے کوچک میں بغاوت شروع ہو گئی جس کی وجہ سے سلطان کو محاصرہ چھوڑ کر اس طرف متوجہ ہونا پڑا۔ اور اس طرح ایک اہم کام بننا ہوا بگڑ گیا۔ ۱۵۷۲ھ میں سلطان مراد خان ثانی نے جزیرہ رائی - یونان کا جنوبی حصہ اور سالونیکا کا علاقہ فتح کر کے دینس والوں کو شکست دی۔ ۱۵۷۴ھ میں یورپ کی سلطنتوں نے پھر متحد ہو کر ہنگری کے سپہ سالار ہنی داس کی ماتحتی میں حملہ کی تیاریاں کیں۔ سلطان خود قونیہ میں بغاوت فرد کرنے کی ہم میں مصروف تھا ایک سپہ سالار کو فوج دے کر مقابلہ کے لئے بھیجا مگر عیسائیوں کی کثیر فوج سے اس کو شکست ہوئی اور بہت سے ترک شہید اور بہت سے قید ہوئے۔ جس سے عیسائیوں کو بہت خوشی ہوئی۔ اور ان کی جرأت بڑھ گئی۔ آخر کار ۱۲ جولائی ۱۵۷۲ء مطابق ۱۵۷۸ھ دس برس کے لئے سلطان مراد خان اور عیسائیوں میں صلح ہو گئی اس کے بعد دودو دفعہ سلطان نے تخت چھوڑ کر گوشہ عزالت اور مشغولیت عبادت کو اختیار کیا۔ اور اپنے نو عمر لڑکے محمد خان کو تخت پر بٹھایا۔ لیکن ان کی گوشہ نشینی کی اطلاع سن کر عیسائی پھر سب معاہدوں کو بھول کر حملہ آور ہوئے۔ اور ان کو ان کی سرکوبی کے لئے پھر میدان میں نکلنا پڑتا۔ اور اس طرح بہت سے علاقے فتح بھی ہوتی رہے۔ آخر کار ۱۵۷۵ھ میں اس کی وفات ہو گئی۔

بڑا نہ سکا۔ ۱۸۹۵ء میں اس نے اپنے بیٹے سلیم کو سلطان بنا کر خود گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ لیکن سفر ہی میں تھا کہ ۲۹ اپریل ۱۹۱۲ء کو فوت ہوا۔

سلطان سلیم

سلطان سلیم نے تخت نشینی کے بعد بڑا کارنامہ یہ کیا کہ ایران کے شیعہ اور سنی کش بادشاہ اسماعیل صفوی کی خفیہ سازشوں اور منصوبوں کی اطلاع پا کر اس پر حملہ آور ہوا۔ ۱۹۰۲ء میں مقام خالاران پر اس کو شکست دے کر تبریز، ہمدان، آذربائیجان، قفقاز پر قابض ہو گیا۔ پھر شام کو فتح کرتا ہوا مصر پہنچا۔ اور ۱۹۰۳ء میں آخری چرکی بادشاہ مصر طہان بے کو شکست دے کر مصر پر قابض ہوا۔ ۲۷ رجب ۱۳۲۲ء کو قسطنطنیہ واپس ہوا۔ مصر سے آخری خلیفہ عباسی متوکل علی اللہ کو اپنے ساتھ لے آیا۔ جامع اباصوفیہ میں داخل ہو کر خلیفہ نے خلافت کا منصب اور اس کے تبرکات یعنی تلوار، علم اور دواء نبوی سلطان سلیم کے حوالہ کی۔ اس دن سے خلافت آل عباس سے منتقل ہو کر آل عثمان میں آ گئی اور سلطان سلیم تمام عالم اسلام کا خلیفہ مقرر ہو گیا۔ ایران، مصر و شام وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد سلیم یورپ کی طرف متوجہ ہونے کی تیاریاں کرنے لگا۔ اس نے ترکوں کی بحری طاقت بہت مضبوط کی۔ عظیم الشان بحری بیڑا تیار کرایا۔ جو مختلف سائز کے ڈیڑھ سو جدید جہازوں پر مشتمل تھا۔ اسکے علاوہ سو جہاز اور بھی تھے جہاز سازی اور دیگر سامان حرب کے کارخانے جاری کئے۔ سلطان سلیم اپنی ان جنگی تیاریوں میں نہایت مستوی سے مصروف تھا کہ ۶ رشتوال ۱۳۲۶ء مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۱۲ء شب جمعہ کو اس نے وفات پائی۔

سلطان سلیمان اعظم قانونی

سلیم کے بعد اس کا بیٹا سلطان سلیمان تخت نشین ہوا جس کی مدت حکومت ۱۳۲۶ء تا ۱۳۴۵ء ہے اس کا دور حکومت انتہائی عروج کا زمانہ تھا اس نے ایشیا و افریقہ میں مقبوضات بڑھانے کے علاوہ دوسری

ساحل کے بندرگاہ یا قہر کا محاصرہ چالیس ہزار فوج ساتھ لیکر کیا۔ اور یا قہر کو چار دن کے محاصرہ کے بعد فتح کیا۔ اور وہاں کے چالیس ہزار جینیوا والوں کو گرفتار کر لیا۔ خان کریمیا نے سلطان عثمانی کی اطاعت قبول کی۔ اور اسی تاریخ سے تین سو سال تک خوامین کریمیا سلطان قسطنطنیہ کے فرمانبردار رہے۔ ۱۸۸۲ء میں دینیس پر حملہ آور ہوا۔ وہاں کی پارلیمنٹ نے اطاعت اختیار کر کے صلح کر لی۔ ۱۸۷۳ء میں البانیا کے متعدد قلعے فتح کئے۔ ۱۸۷۴ء میں بحیرہ روم کے متعدد جزائر کو فتح کیا۔ ۱۸۸۵ء میں جزیرہ رودس پر حملہ کیا گیا اور یہ جزیرہ فتح ہوتے ہوئے رہ گیا۔ ۱۸۸۵ء میں وزیر اعظم احمد قیودق کو فوج دے کر اٹلی کی فتح کیلئے روانہ کیا۔ احمد قیودق نے ساحل اٹلی پر اتر کر متعدد مقامات کو فتح کر کے اٹلی کے شہر آرتیفٹو کا محاصرہ کر لیا۔ آخر ۱۸۸۵ء مطابق ۱۱ اگست ۱۳۰۴ء احمد قیودق نے اس شہر کو فتح کیا۔ اب اس کے بعد شہر روم کو فتح کرنا مشکل کام نہ تھا۔ اس کے بعد سلطان محمد خان نے نہایت سرگرمی سے فوجی تیاریاں شروع کیں۔ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ سلطان اپنے پردادا بائزید پیدرم کی تمنا یعنی روم کے گرجا میں گھوڑے کو دانہ کھانا پورا کرنا چاہتا ہے اور تمام یورپ کو فتح کر کے اسلامی سلطنت میں شامل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے مگر خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہ تھا۔ تاہم ۱۳۰۸ء مطابق ۳۱ مئی ۱۸۸۶ء سلطان فاتح نے وفات پائی۔ سلطان کی لاش کو قسطنطنیہ میں لا کر دفن کیا گیا اس مجاہد و شیر دل سلطان نے ۳۱ سال کی حکمرانی میں بارہ بار قسطنطنیہ اور ریاتیں اور دو سو سے زیادہ شہر و قلعے فتح کئے اور آٹھ لاکھ مسلمان غازی شہید ہو گئے۔ علاوہ ان فتوحات اور بیرونی کاموں کے سلطان محمد خان ملکی انتظامات اور دروازہ عام کے کاموں کی وجہ سے بھی ممتاز و مجتہد رہتا ہے سلطان محمد خان فاتح کے بعد اس کا بیٹا بائزید ثانی تخت نشین ہوا۔ وہ داخلی فنون اور خانہ جنگیوں میں اس قدر مبتلا رہا کہ یورپ میں وہ کوئی قدم آگے

لا ایٹوں میں بحر روم کے جزائر ہاتھ سے نکل گئے اور بلقانی ریاستیں آزاد ہو گئیں۔ اور چھوٹے سے حصہ کے علاوہ آج یورپ میں ترکوں کا وہ مقبوضہ ملک نہیں رہا جو کبھی ان کے زیر نگین تھا۔ سربیا، بلغاریہ، ہنگری، آسٹریا، بوسینیا، یونان، البانیہ وغیرہ ریاستہائے بلقان آج یورپین طاقتوں کی آماجگاہ ہیں۔ جرمنی، روس، برطانیہ میں سے ہر ایک کی کوشش یہ ہے کہ ان کو اپنی سیادت میں رکھے اور وہ ترک جن کے جھنڈے صدیوں تک اس ملک میں ہر آ رہے۔ آج مجبوراً خاموش ہیں۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ قسطنطنیہ اور درویناں ابھی تک ترکوں کے ہاتھ میں ہے درحقیقت قانون خداوندی سے مسلمانوں کی بغاوت و کفری کا یہ نتیجہ ہے۔ مذہب پر قربان ہونے والے سلاطین آل عثمان سے یورپ کس قدر لرزہ بر اندام تھا۔ اور مذہب کو پس پشت ڈال کر، خلافت کا الغاء کر کے، اور اسلام کو دستور حکومت سے نکال کر اور عربی تہذیب و تمدن سے نفرت برت کر موجودہ ترکیہ نے کیا حاصل کیا؟

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ

حائب روم۔ ہنگری۔ سربیا۔ بلغاریہ۔ بوسینیا۔ البانیا ان سب کو مکمل طور پر فتح کر کے جزیرہ نمائے بلقان پر قبضہ کر لیا۔ جو ۱۸۷۹ء تک قائم رہا۔ جبکہ بڑی بڑی حکومتوں کی مدد سے انہیں آزادی نصیب ہوئی۔

دولت عثمانیہ کا دور ترقی و عروج عثمان خان بانی حکومت کی تخت نشینی ۱۲۹۹ء سے لیکر ۱۶۷۵ء وفات سلیمان اعظم تک ہے اور اس عرصہ میں بلقان کی یہ ریاستیں ترکوں کے لئے میدان کارزار بنی رہیں۔ اور آخر کار تمام عیسائی حکومتوں کو بار بار زک وے کران پر مکمل قبضہ کیا گیا۔ ان ممالک کو دارالاسلام بنا لیا گیا۔ مسلمان بسائے گئے۔ اسلامی تہذیب پھیلائی گئی۔ اور نہایت بہترین طریقہ سے ان کا انتظام ہوتا رہا۔ سلطان سلیمان اعظم کے انتقال کے بعد ترکی حکومت کا اندر بھی زوال شروع ہوا۔ یورپ کی عیسائی حکومتیں ہر وقت اس انتظار میں تھیں کہ موقع پا کر ترکوں کو یورپ سے نکال دیں۔ چنانچہ اٹلی، روس، یونان، اور دوسری بلقانی جا جگہ دار ریاستوں نے انگلیںڈ اور فرانس کے ساتھ ساز باز کر کے یورشیں شروع کر دیں اور عثمانی مقبوضات یکے بعد دیگرے ترکوں کے قبضہ سے نکلنے شروع ہو گئے۔ جنگ پلونا۔ جنگ بلقان اور عالمگیر جنگ اور ان کے علاوہ اور متعدد

اعتذار

سالانہ جلسہ حزب الانصار کی مصروفیتوں اور بعض دیگر مجبوریوں کی وجہ سے مارچ کا شمس الاسلام شائع نہ ہو سکا چاہئے تو یہ تھا کہ ایک مارچ و اپریل کے پرچے چھ کاپیوں پر شائع ہوتے۔ لیکن افسوس کہ صرف چار کاپیوں ہی کا انتظام ہو سکا۔ انشاء اللہ آئندہ اس کی کوپرا کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ "شمس الاسلام" کی زندگی میں اشاعت کی تہے قاعدگی شاید پہلی مرتبہ واقع ہوئی ہے۔

امید کرا

ناظرین کرام معاف فرمائیں گے۔

(مینجر)

مودۃ القربی

(از مولانا سیف الرحمن صاحب للہی)

تسلیم کے بغیر چارہ کار نہ ہوگا۔ مگر آپ آخر تک یہی رٹ لگاتے گئے کہ یہ سب قصہ ہی جھوٹ ہے انہوں نے اس قصہ کے ابطال پر جو دلائل پیش کئے پہلے وہ لکھ کر ان کا جواب عرض کرنا ہوں (۱) حضرت سرور عالم کی کوئی صاحبزادی بغیر حضرت فاطمہ کے نہ تھیں۔

(۲) اہل سنت والجماعۃ جن دو صاحبزادیوں کا عقد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ثابت کرتے ہیں وہ تو حضرت مکہ گھر کی دو پروردہ رٹ کیاں تھیں جنہوں نے بچپن سے ہی آپ کے گھر میں پرورش پائی تھی۔

(۳) اگر وہ لڑکیاں حضور علیہ السلام کی اولاد تسلیم کر لیں تو ان سے نکاح ناجائز ہوگا کیونکہ جب حضور کے ازواج مطہرات از روئے قرآن مومنوں کی مائیں ہیں تو ان کی اولاد مومنوں کی بہنیں ہوں گی اور بہن بھائی کا نکاح ناجائز ہے۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام کلثوم حضرت عمرؓ کے نکاح میں نہ تھیں۔

(۵) اگر بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ ان کے نکاح میں آئیں تو پھر رخصتی سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ خانہ آبادی تک نوبت ہی نہیں آئی۔

اس مجلس سے رخصت ہو کر میں امیر حزب الانصار حضرت مولانا ظہور احمد صاحب بگوی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی مجھے ان مسائل پر شیعہ نقطہ نگاہ سے غور کرنے کے لئے مذہب شیعہ کی چند کتابوں کی ضرورت ہے عنایت فرمائی جائیں آپ نے

ایک دن مجلس احباب میں بیٹھے بیٹھے صحابہ کبار کے منقبات پر بات شروع ہو گئی۔ آخر کلام کا رخ حضرت عمر و عثمان و حضرت علی المرتضیٰ رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین کی باہمی الفت و حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ان پر نوازشات کی طرف پھرا۔ کہ حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی بہنیں تھیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد نکاح میں یکے بعد دیگرے آئیں اسی وجہ سے آپ کا لقب ذی النورین مشہور ہوا۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم جو کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن مقدس سے تھیں ان کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا۔ اور یہ نکاح اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ان حضرات کے درمیان کسی قسم کی رنجش یا عداوت نہ تھی۔

اسی مجلس میں ایک شیعہ فاضل بھی تشریف فرما تھے۔ انہوں نے مجھے ڈانٹ کر کہا کہ ایسا نہیں تم غلط بیانی سے کام لے رہے ہو۔ نہ تو حضور سرور عالم علیہ السلام کی صاحبزادیاں حضرت عثمانؓ کے عقد میں تھیں۔ اور نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کوئی صاحبزادی حضرت عمرؓ کے نکاح میں آئیں۔

میں نے ہر چند دلائل سے شیعہ فاضل کے اس مسئلہ پر تسکین کرنی چاہی مگر انہوں نے نہ مانا تھا۔ نہ مانے میں نے کہا حضرت جو کچھ میں بیان کر رہا ہوں یہ سب من و عن میں آپ کو مذہب شیعہ کی معتبر ترین کتابوں سے دکھا دوں گا۔ پھر آپ کو

پر لکھتے ہیں :-

”۲۔ یازدہ مرد و چہار زن
خفیہ از اہل کمہ گر یختند
و بچانب حبشہ رواں شدند
و از جملہ آسنا عثمان بود
ورقیہ دختر حضرت رسول
کمرن او بود“

۱۱۲ پر صلوات ہر روزہ یعنی
دہ درود جس کے پڑھنے کا ہر شیعوہ کو حکم دیا گیا ہے یوں درج ہے
”اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى رُقِيَّةَ
بنت نبیک وَالْعَن مَنْ
اَذَى نَبِیکَ فِیْہَا۔“
پر درود نازل فرما اور اس پر
لنت بھیج جو تیرے نبی کو اسکی
بیٹی کی طرف سے تکلیف پہنچائے۔“

اس درود کے پڑھنے کا ہر شیعوہ کو حکم ہے اور اس میں
صاف موجود ہے کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی
کی صاحبزادی تھیں۔ نیز پہلے حوالہ جات سے بھی یہ امر حقیقت
سے مشتبہ نہیں رہا۔ دعویٰ کے ثبوت کے لئے یہی کافی ہے نیز
لکھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن اس خوف سے کہ شاید کوئی شیعی
صاحب ان کتابوں کے معبر ہونے سے ہی انکار کر دیں ان کے
مزید اطمینان کے لئے ہیں یہ زعم شیعوہ صاحبان حضرت امیر المومنین
علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی کتاب ہنج البلاغہ سے ایک
حوالہ پیش کرتا ہوں جس کی تردید کا امکان ہی نہیں۔ اور یہ
کتاب شیعہ کے نزدیک سب سے زیادہ معتبر ہے۔

(۴) حضرت علیؑ نے حضرت عثمانؓ کو کہا کہ تو ابو بکر صدیق
اور عمرؓ بن خطاب کے مقابلہ میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کا زیادہ قریبی ہے۔

”اَنْتَ اَقْرَبُ اِلَیَّ
رَسُولُ اللّٰهِ وَ شَیْخَتَا
رَحْمَتِ مِنْہُمَا وَ قَدْ
تورستہ داری کے لحاظ سے
رسول اللہ کے پہلے دونوں
زیادہ قریب ہے اور آپ کو

اپنے کتب خانہ عالیہ سے شیعوں کی کتابیں نکال کر میرے سامنے
انبار لگا دیا۔ میں آپ کا دل و جان سے ممنون ہوں کہ آپ نے
میری ہر طرح امداد فرمائی۔ کتب شیعہ کے مطالعہ کے بعد میں جس
نتیجہ پر پہنچا وہ تو ایسوس ہے کہ شیعہ فاضل کے مزعموہ عقائد
کے بالکل برعکس ہے۔

چونکہ مسئلہ بہت اہم ہے اور شیعہ حضرات عوام اہل
والجماعہ کو مغالطہ میں ڈالنے کی ناکام کوشش کرتے ہیں۔ لہذا
میں اس مسئلہ پر یہ جامع و مانع پہلی اور آخری تحریر ہوگی۔
امید نہیں کہ کوئی شیعہ اس کا جواب لکھنے کی کوشش کرے۔
اگر کسی صاحب نے جواب دینے کی کوشش فرمائی تو میں انشاء
تعالیٰ جواب الجواب کے لئے ہر وقت حاضر ہوں۔

مذہب شیعہ کے مسئلہ مجتہد ملا باقر مجلسی اپنی کتاب
حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۷۸ مطبوعہ نو لکھنؤ میں لکھتے
ہیں :-

”۱۔ ابند معتبر اذ صادق روایت
است کہ از ہر اے رسول خدا
از خدیجہ متولد شدند طاہر و قاسم
و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ و زینب
و فاطمہ راجحضرت امیر المومنین
تزویدج نمود۔ و تزویدج کرد بہ
ابوالعاص بن ربیعہ کہ از نبی امیہ
بود زینب را و یعثمان بن عفان
ام کلثوم را و پیش از انکہ بنجانہ
او میرود بہ رحمت الہی و اصل شد
دبعد از او حضرت رقیہ را با و
تزویدج نمود۔“

نکاح کر دیا۔ لیکن رخصتی سے پہلے ہی ان کا انتقال ہو گیا
پھر ان کے ساتھ رقیہ کا نکاح کر دیا۔
پھر ملا باقر مجلسی حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۷۸

نَلْتَمِ مِنْ صِهْرِهِ مَا لَهُ | دامادی کا شرف حاصل
يَمَّا لَا - | ہے جو پہلے دو خلفاء
(نہج البلاغہ جلد ۱ ص ۳۲۲) | نہ تھا۔

شیعہ فاضل کے منالذہبر میں ازواج مطہرات کی صاحبزادیوں کے عدم جواز نکاح کے متعلق جو جواب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی براءت میں شیعہ حضرات کی طرف سے دیا جائیگا وہی جواب ہماری طرف سے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی براءت میں سمجھ لیا جائے۔ فہا جوابکم فہو جوابنا۔

منالذہبر نمبر ۵۵ کے جواب میں عرض ہے کہ مذہب شیعہ کی معتبر کتاب صافی شرح اصول کافی جلد ۲ صفحہ ۲۸۱ پر درج ہے کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوا۔

فروع کافی جلد دوم کے صفحہ ۱۴۱ باب تزویج ام کلثوم میں بھی اسی نکاح کا ذکر ہے۔ ان حوالجات سے نکاح امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہ کے ساتھ بالمتصریح ثابت ہے جن کی تردید کی شیعہ علماء کو کبھی جرأت نہ ہوگی۔

باقی ردیہ اعتراض کہ سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے پہلے ہی بچپن میں دنیا سے رخصت ہو گئیں تو یہ سراسر بہتان اور صریح کذب ہے بلکہ حضرت سیدہ کا انتقال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بعد ہوا۔ جیسا کہ فروع کافی جلد دوم کے ص ۳۱ میں ہے کہ

”عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ | حضرت جعفر صادق سے
قَالَ سَأَلْتُهُ عَنِ الْمَرْأَةِ | راوی نے مسئلہ دریافت
الْمُتَوَفَّى عَنْهَا زَوْجُهَا | کیا کہ جس عورت کا

خاکساری فتنہ۔ المشرق علی المشرقی تبصیر تذکرہ
۲۔ ۳۔

عیسائیت کے دو پردے۔ خیر جاری در بد مذہب خاکساری
(نوٹ :- مندرج بالا قیمتیں محمولہ اک کے بغیر ہیں)

لَقَعَتْهُ فِي بَيْتِهَا أَوْ | خاوند مر جائے۔ تو کیا وہ
حَيْثُ شَاءَتْ أَنْ | عورت عدت اپنے گھر میں
عَلَيْهَا صَلَوَاتُ اللَّهِ | بیٹھ کر گزارے یا جہاں چاہے
عَلَيْهِ لِمَا تَوْفَى | آپ نے جواب دیا کہ جہاں
عُمَرُ أَتَى أَمَّ كَلْثُومَ | چاہے گزارے۔ جب حضرت
فَانْطَلَقَ بِهَا إِلَى | عمر رضی اللہ عنہ فوت ہوئے تو حضرت
بَيْتِهَا - | علی رضی اللہ عنہ ان کے گھر میں تشریف
لے گئے اور حضرت ام کلثوم کو اپنے گھر میں لائے۔

دیکھیے امام جعفر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ ایک تو حضرت ام کلثوم کا نکاح ہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ۔ دوسرے حضرت عمر کا پہلے انتقال ہونا۔ اور حضرت ام کلثوم کا آپ کے بعد تک زندہ رہنا۔ حضرت سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بطن سے حضرت کا ایک لڑکا زید اور ایک لڑکی جس کا نام مجھے اس وقت یاد نہیں پیدا ہوئے (ابن خلدون باب حالات عمر رضی اللہ عنہ)

میں اپنے مضمون کو ختم کرنا ہوں امید ہے کہ اس کے پڑھنے والے ان مسائل میں شکیوں کے سامنے کبھی سپر انداز نہیں ہوں گے۔ اگر پھر کبھی مزید توضیح کی ضرورت محسوس ہوئی تو انشاء اللہ اس کے لئے بھی تیار ہوں۔
والسلام۔

حقیقت مرزا میت { مؤلف مولانا علم الدین صاحب۔ مرزا
دھرم کی تردید میں بہترین کتاب ہے
قیمت ۸ - خرچ محصول علاوہ۔

حقیقت مرزا میت { مؤلف مولوی عبدالکریم صاحب محلہ
سابق مبلغ مرزا میت۔ مرزائی
چالبازیوں کو طشت از باہم کرنے والی کتاب ہے۔ قیمت ۸ -
محصولہ اک علاوہ۔

ملنے کا پ...
(پیرزادہ) ابوالفیاء محمد باہا الحق قاسمی گوالی دروازہ امرتسر

مباحثہ واربرٹن

ہمارے ۱۹۷۲ء کو موضع واربرٹن ضلع شیخوپورہ میں شیعی مسیحی مناظرہ خلعائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے ایمان کے موضوع پر ہوا۔ شیعوں کی طرف سے مرزا احمد علی حائری لاہوری اور جناب فضل حسین صاحب مناظر مقرر تھے اور مسلمانوں کی طرف سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور مولوی عبدالعزیز صاحب بٹانی مناظر موجود تھے۔ اجتماع اور اختتامی تقریر مسلمانوں کے ذمہ تھی۔ صبح ۹ بجے مناظرہ شروع ہوا۔

خطبہ مسنونہ کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب نے اصحاب ثلاثہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ایمان کے اثبات کیلئے قرآن مجید کی بہت سی آیتیں اور احادیث صحیحہ کی بہت سی روایتیں پیش کیں۔ جن سے روز روشن کی طرح ان کا ایمان ثابت ہوتا ہے۔ علاوہ انہیں آپ نے شیعوں کی کتابوں سے بھی مندرجہ ذیل دلائل پیش کئے۔

۱۔ کشف الغمہ فی احوال الائمہ مطبوعہ ایران کے ص ۱۹۹

پر ہے :-

قد مر عصبۃ من اہل العراق
فقالوا فی ابی بکر وعمر وعثمان
رضی اللہ عنہم فلما فرغوا من
کلامہم قال لہم تحبونی
انتم المهاجرون الاولون الذین
اخرجوا من ديارهم الخ قالوا
لا قال انتم الذین نبؤا الدار
والایمان قالوا لا قال وانا
اشهد انکم لستم من الذین
قال اللہ فیہم والذین

حضرت امام باقرؑ کی خدمت
میں ایک جماعت عراق سے
آئی اور انہوں نے حضرت
ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ
عنہم کے بارے میں کچھ
بدکلامی کی۔ جب فارغ
ہوئے تو حضرت ممدوح
نے اس سے فرمایا کہ مجھے
تم بتاؤ کہ کیا تم ان مہاجرین
اولین میں سے ہو جو اپنے

جاء وامن بعد ھیم ولون
مرابنا اعفر لنا ولاخواننا
الذین سبقونا بالايمان
قال اخرجوا عنی قالکم اللہ
نے ٹھکانا دیا گھر اور ایمان کو (انصار) انہوں نے کہا نہیں۔
فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ تم ان لوگوں میں سے بھی
نہیں ہو گئے جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اور
وہ لوگ جو ان مہاجرین و انصار کے بعد میں ہوئے اور وہ کہتے
ہیں کہ اے ہمارے پروردگار ہم کو اور ہمارے ان بھائیوں کو
جو ہم سے ایمان میں سبقت کر کے گذرے ہیں بخش دے؟
آپ نے فرمایا کہ تم میری مجلس سے نکل جاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو
ہلاک کر دے۔

پس معلوم ہوا کہ ائمہ کرام ان حضرات کو مؤمن کامل
یقین کرتے رہے۔ اور ان کے بارے میں بدگوئی کر نیکوالوں کو
اپنی مجلس سے نکالتے رہے اور ان کو بددعائیں دیتے رہے۔

۲۔ کشف الغمہ فی احوال الائمہ ص ۱۲۱

سئل الامام ابو جعفر علیہ السلام
عن جلیۃ السیف هل یجوز
قال نعم قد حلّ ابو بکر الصدیق
سیفہ فقال الراوی اتقول
ھکذا فوثب الامام ع
مقامہ فقال نعم الصدیق۔
نعم الصدیق۔ نعم الصدیق۔
فمن لم یقل لہ الصدیق
فلا یدق اللہ قولہ فی الذین
والاخرۃ

حضرت امام باقرؑ سے تلواری
پہچاندی سے مرصع کرنے کے
متعلق دریافت کیا گیا تو امام
فرمایا کہ جائز ہے کیونکہ ابوبکر
صدیقؓ نے اپنی تلوار کو مرصع
کیا ہے۔ راوی کہنے لگا آپ
اس کو صدیق کہتے ہیں۔ اما
غضبنک ہو کر اپنے مقام سے
اٹھے پھر فرمایا ہاں صدیق ہے

ثبوت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ام کلثوم صاحبزادی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح کا ثبوت بھی شیعی کتابوں کے حوالہ سے ثابت کیا گیا۔ اور اس سے ایک لڑکا زید بھی پیدا ہوا ہے اس کا ثبوت بھی پیش کیا گیا۔ خود قرآن مجید میں بنی اٹک کا لفظ موجود ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ آپ کی صاحبزادیاں دو سے زیادہ تھیں۔ چہ جائیکہ یہ دعویٰ کہ بس صرف ایک ہی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ اور جنگ سے صحابہ رضی اللہ عنہم کے فرار کا ذکر کرنا بالکل تہمت ہے۔ غزوات کے واقعات کو فرار اور ہتھیاروں کا استعمال قرار دینا صرف ان لوگوں کا کام ہے جن کی طبیعت میں کجی اور

ہاں صدیق ہے ہاں صدیق ہے جو اس کو صدیق نہ کہے خدا اس کو دنیا و آخرت میں بھوٹا کرے۔

(۳) اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا تھا۔ اس لئے کہ آپ کو کامل الایمان اور مخلص صحابی رسولؐ سمجھے تھے چنانچہ فروع کافی جلد دوم ص ۱۲۸ و ص ۱۲۹ میں اور صافی شرح اصول کافی جز سوم ص ۱۸۱ و ص ۱۸۲ میں اس نکاح کا ثبوت موجود ہے۔

جواب مناظر شیعہ - شیعہ مناظر نے ان آیتوں اور صاف و صریح حدیثوں کا

کوئی جواب نہ دیا البتہ صرف یہ کہا کہ دیکھو ابن ماجہ ص ۱۲۸ میں حضرت علی کی روایت ہے کہ آپ نے فرمایا میرے بغیر کوئی صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی کرے تو وہ کذاب ہے ام کلثوم ابوبکر رضی اللہ عنہ کی لڑکی تھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی لڑکی اس وقت چار سال کی تھی کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ۹۰ سال کے بوڑھے کے ساتھ ۴ سال کی لڑکی منسوب کی جائے اور نیز نجی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی صرف ایک ہی لڑکی فاطمہ رضی اللہ عنہا تھی نہ آپ کی اور کوئی صاحبزادی تھی نہ اور کسی کو آپ نے دی ہے۔ کیونکہ حضور کی لڑکی غیر سید کے نکاح میں نہیں جاسکتی۔ اور حضرات اصحاب کبار ہمیشہ جنگ میں بھاگتے رہے وغیرہ وغیرہ

جواب الجواب اور اختتامی تقریر

آیتوں اور حدیثوں کے جواب کو مس تک نہیں کیا گیا۔ ابن ماجہ ص ۱۲۸ کی حدیث کی عبارت نکال کر پڑھی گئی الف ظہیر انا الصدیق الاکبر لا یقولہا بعدی الا کذاب یعنی میرے بعد کوئی صدیق اکبر ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا آپ اپنے سے پہلے صدیقوں کی نفی نہیں فرماتے۔ لفظ بعد کی جگہ بغیر لگانا بھی شیعہ مناظر کی پوری بددیانتی کا واضح

۱۔ ابن ماجہ کی یہ روایت سند کے لحاظ سے بھی اس قابل نہیں کہ قابل احتجاج ہو سکے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے راوی عبد بن عبد اللہ اسدی کے متعلق ہے قال ابن الجوزی ضرب ابن حنبل علی حدیث عن علی رضی اللہ عنہ انا الصدیق الاکبر وهو منکر وقال ابن حزم وهو مجهول (تہذیب التہذیب جلد ۵ ص ۱۸۱) اور پھر اس روایت میں ایک راوی عبید اللہ بن موسیٰ ہے۔ جس کے بارے میں مختلف ائمہ جرح و تعدیل نے فرمایا ہے کہ وہ شیعہ تھا اور شیعیت کی حدیثیں روایت کیا کرتا تھا۔ اور اصول حدیث کی بنا پر ہر شیعہ راوی کی وہ روایت جس سے تشیع کی تائید ہوتی ہو قابل محبت نہیں۔ عبید اللہ بن موسیٰ کے متعلق الفاظ ملاحظہ ہوں کان یتشیع و یروی احادیث فی التشیع منکر وضعف بن لک عند کثیر من الناس۔ ذکر ابن حبان وقال کان یتشیع۔ قال یعقوب بن سفیان شیعہ وان قال قائل را فضی لم نکم علیہ وهو منکر الحدیث وقال الجوزجانی وعبید اللہ بن موسیٰ اعلیٰ راسوا مذہبا وارضی للجماع وقال الحاكم عن ابی معمر البغدادی یقول عبید اللہ بن موسیٰ من المتروکین ترکہما احمد لیتشیع ۱۲ (تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۸۱) (شمس الاسلام)

زینع موجود ہے۔

شرائط مناظرہ میں وقت صبح و سبکے سے ۱۲ بجے اور ۳ بجے سے ۴ بجے تک تھا جو کہ بخیر و خوبی ختم ہوا۔ شلیعہ صاحبان کی تبلیغی جڑھ رہی تھی اور اپنی مخصوص فطرت اور نیز لاجواب ہونے کی وجہ سے بد زبانی کا آغاز کرنے لگے تھے اس لئے سب الٹ پکڑ پکڑ لیس نے جو کہ انتظام کے لئے حاضر تھا مناظرہ کو حکماً روک دیا۔ اہل سنت کے دلائل کی قوت تو آشکارا ہو ہی گئی۔ لیکن عام مسلمانوں نے شیعوں کی

بدعت پسندگی اور اصحاب کبار رضی اللہ عنہم کے بارے میں برسر عام بدگوئی کو ملاحظہ کیا اور سب کو یقین ہو گیا۔ کہ جو فرقہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس درجہ بغض و عداوت رکھتا ہے۔ اس کو مسلمان کب شمار کیا جاسکتا ہے۔ اور شیعہ کبھی ہمارے بھائی نہیں ہو سکتے :

(عاجی نور احمد ازوار برٹن)

خاکستریا

مشرقی کا اپنی بیوی کے شہر مناک بیان

مشرعائیت اللہ مشرقی کا اپنی بیویوں سے ہمیشہ جھگڑا رہا۔ ایک بیوی کا نہایت ہی دردناک حالات میں انتقال ہو چکا ہے اس کے ساتھ بھی عدالت میں مشرقی صاحب کی مقدمہ بازی رہی۔ اب دوسری بیوی نے بھی مشرقی صاحب پر عدالت میں نان و نفقہ کا دعویٰ دائر کر رکھا ہے جس پر مشرقی صاحب نے اس کے خلاف اخبارات میں ایک نہایت ہی شرمناک بیان شائع کر لیا ہے جو اخبار ”وائے وقت“ لاہور کے حوالہ سے درج ذیل کیا جا رہا ہے۔ مشرقی کیا تھا ان کی بیویوں کی آئے دن مقدمہ بازی اس امر کی دلیل ہے کہ مشرقی صاحب اپنا گھر سنبھالنے کی بھی اہلیت نہیں رکھتے چہ جائیکہ ہندوستان کے کوڑوں مسلمانوں کی رہنمائی کر سکیں۔

(شمس الاسلام)

سے ہمیں کوئی دلچسپی نہیں ہونی چاہئے لیکن اگر ایک شخص جو غلبہ اسلام کا داعی ہے خود اپنے اخلاق عالیہ کا منصف ہرہ اخبارات میں کرے تو اخبارات کا فرض ہے کہ وہ عوام کو اس کی حقیقت سے باخبر کر دیں۔ مشرقی فرماتے ہیں :-

”ایک عورت سماء غلام حنت دختر محمد خاں دہلوی کا قوم پٹان ساکن ہزارہ مقیم امرتسر سے جس کا باپ نہایت غریب تھا اور اس کے گھر میں فاقوں پر فاقے آتے تھے میں نے سنہ ۱۹۲۵ء

کچھ دن گزرے ہم نے اخبارات میں یہ پڑھا کہ مشرقی مشرقی پران کی دوسری بیوی نے نان و نفقہ کے لئے دعوے دائر کیا ہے اب تو معاملہ عدالت میں ہے اس لئے ہم اس پر رائے زنی نہیں کر سکتے لیکن اگر معاملہ عدالت تک نہ پہنچتا تب بھی ہم اس پر کچھ لکھنا پسند نہ کرتے۔ گد آج ۱۹ فروری کا ”زمیندار“ دیکھا تو اس میں مشرقی کا ایک طویل بیان صبح پایا۔ ہم اسے یہیں نقل کرتے ہیں کسی شخص کے گھر بے تنازعات

اور اس کے رویہ کو دیکھنے کے لئے اس سے الگ تھگ رہا۔ بلکہ تحریک کے سلسلہ میں کئی روز لاہور سے باہر رہا۔ چند دن بعد مجھے اس کی اچانک بیماری اور گفتگو سے شک ہوا کہ وہ حاملہ ہے اور بہن عیب چھپانے کے لئے اس کو لے آئی ہے میری ناراضگی کے باوجود اس نے ان چند دنوں کے اندر پھر کئی لڑائیاں کیں اور بہنوئی کے ہاتھ کا لکھا ہوا بظاہر بہن کی طرف سے ایک خط پکڑا گیا۔ جس میں لکھا ہوا تھا کہ آپ کی ملاقات کو دل بہت چاہتا ہے۔ اس خط کے بعد بہن کے گھر جانے پر دنگا کر کے یہ عورت میرے گھر سے شام کے وقت غائب ہو گئی۔ اگلے دن میں نے اس کو قافونی ٹوٹس بہن کے ہاتھ پر دیا کہ میں اس کو طلاق دیتا ہوں۔

ایک تار اس کے والد کو پٹا در دیا والد نے لکھا کہ وہ مہینوں سے چار پائی پر بیمار پڑا ہے۔

تب پچھلے اگست کو والد نے پھر لکھا کہ اس کو غلام حنبت اور اس کی والدہ کی کارگزاریاں اپنی تیسری لڑکی کے ذریعہ سے ملی ہیں اور وہ خط میں لکھنے کے لائق نہیں چونکہ طلاق نے چکا تھا مجھے دلچسپی نہ رہی تھی۔ لیکن اس کا والد آیا۔ اور پہلی دفعہ بتایا کہ ڈھائی برس سے لڑکیوں کی والدہ میری غریبی کو دیکھ کر بیکاری اختیار کئے ہوئے ہے اور غلام حنبت اس کی روزی کا ذریعہ بنی ہے۔ مجھے والد نے ترغیب دی کہ میں اس کی مالی امداد کروں۔ مگر میں نے انکار کر دیا اس کے بعد نبالہ سے اور شہادت بھی ملی کہ والد کی کہانی درست ہے والد نے کہا کہ عورت نے اپنا نام فیروزاں اور لڑکی کا نام نسیم جان رکھا ہے اس نے دیر تک تفصیلات سنائیں جن کو سن کر دل کانپ اٹھا اور یقین ہو گیا کہ خدا مسلمانوں کو کیوں سزائیں دیتا ہے۔ ۲۲ دسمبر کو مجھے نور جہاں کی طرف سے تار پہنچی کہ غلام حنبت کے بطن سے ایک لڑکا ۱۹ دسمبر کی رات کو پیدا ہوا ہے ۱۶ دسمبر کو یعنی ایک ہفتہ پہلے پشاور سے والد نے خط لکھا کہ اُسے بھی لڑکا پیدا ہونے کی اطلاع

کے شروع میں اس کی والدہ نور جہاں کے اصرار پر نکاح سے پیشتر ڈیڑھ ہزار روپیہ علاوہ زیورات ادا کر کے شادی کی کہ وہ میرے گھر کے کام کاج اور بچوں کے انتظام کے علاوہ خاکسار تحریک کی جہان داری کا کام کر سکے۔ کیونکہ میری بیوی ہمیشہ کی مریض تھی۔ فرائض اور حقوق دافع کر دیئے گئے اور لکھوائے گئے اس عورت کا باپ ایک نہایت نمازی اور نیک شخص تھا۔ جو کسی زمانہ میں آسودہ تھا۔ اور میں اس کی نیکی اور غریبی دیکھ کر لرزا تھا تھا۔ شادی کے فوراً بعد خاکساروں پر گولی چلی اور میں دو سال تک قید میں رہا۔ یہ عورت میری گرفتاری کے چند ہفتہ بعد بلا اجازت میرا گھر چھوڑ گئی۔ اور میرا بیٹا اس کی غیر حاضری میں مرا اور دوسرا قید میں تھا۔ باپ کے سخت منع کرنے کے باوجود اکثر اپنی بہن کے گھر رہتی جن سے میری واقفیت بھی نہ تھی اور خرچ لینے کبھی کبھی آجاتی۔ دو سال میں اس عورت پر مزید ایک ہزار روپیہ صرف ہوا۔ ان عورتوں کے آوارہ پھرنے کے متعلق مجھے کئی گنا مخطوط جیل میں آئے۔ لیکن صبر کرتا رہا بلکہ باپ کی نیکی دیکھ کر مجھے یقین نہ آتا تھا۔ جیل سے رہائی کے بعد میری نظر بندی کے زمانے میں غلام حنبت کا باپ اسے واپس چھوڑ گیا۔ لیکن چند ہفتوں کے اندر اندر اس کی لگا تار لڑائیاں اور بدکرداریوں نے میری صحت اور خراب کر دی اور میں نے اس کے باپ کے واپس کر دیا۔ رہائی کے بعد لاہور میں باپ کی ملاقات سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی لڑکی کے مدراس سے کئی ماہ پہلے چلے آنے سے قطعاً بے خبر ہے۔ اور باپ کا مجھے ملنا اور ماں کا ساتھ ہونا بھی حیران کن تھا باپ فوراً غلام حنبت کو اس کی بہن کے گھر سے بلانے امر کر گیا۔ لیکن پھر اس کی واپسی نہ ہوئی۔ قریباً آٹھ ماہ بعد غلام حنبت کی بہن اچانک اس کو میرے ہاں لاہور لے آئی اور نہایت سلوک سے معافی منگوائی کہ اب کبھی آوارگی نہ کرے گی اور کہا کہ مجھے ہی اس کی ماں سمجھا جائے میں سخت ناراض تھا

مشرقی کا یہ بیان کسی تبصرہ کا محتاج نہیں صرف اس پر غور کیجئے۔ کہ مساوات اسلامی کے سب سے بڑے علمبردار کا اپنا فضل اور اپنی فکر کس حد تک اسلامی ہیں۔ وہ ایک عورت سے شادی کرتے ہیں جو ان سے عمر میں کم از کم بیس برس چھوٹی ہوگی۔ لیکن اسے رفیقہ حیات بنانے کے لئے نہیں بلکہ اس کے باپ پر "ترس کھا کر"۔ اور اس کے فرائض یہ ہیں کہ وہ ان کے گھر کے کام کاج اور بچوں کے انتظام کے علاوہ خاکا سرکریک کی همان داری کا کام کر سکے۔ یہ یاد رکھئے کہ خاکسار سرکریک میں مہمان بننا حرام ہے۔ اور جب مشرقی صاحب کی اس غریب عورت سے زہم نہیں سکی تو وہ اخبارات میں اس پر اس کی مال پر اتنے ذلیل اور کینے الزامات عائد کرتے ہیں کہ شیطان بھی پناہ مانگ اٹھتا ہے۔

(نوائے وقت ۸ مارچ ۱۹۲۵ء)

امرت سے ملی ہے۔ یہ لڑکا کم از کم چار یا پانچ دن پہلے یعنی ۱۲ دسمبر کو پیدا ہوا ہوگا۔ ایک تبصرے شخص نے اب کہا ہے کہ لڑکا ۱۷ دسمبر کو پیدا ہوا۔ انرض یہ لڑکا اس بدکار عورت اور اس کی ماں کی سیاہ کاریوں کا نتیجہ ہے اور خدا کا تشکر ہے کہ مجھ پر تہمت باندھنے والوں کا منہ کالا خود ان کے اذقوں ہو گیا۔ اور میں نے اس مکار عورت سے نجات پائی۔ چونکہ قوم کے متعلق اس قطع کی خبریں مجھے آئے دن پہنچتی رہتی ہیں میں اپنی بیٹی کو اخبارات میں شائع کر کے چاہتا ہوں کہ مسلمان عبرت کھیں اور اپنی عورتوں پر بے پناہ قابو رکھیں کہ ان کو نہی تہذیب کے جمال سے بچائیں۔ ورنہ مسلمان کی نیکی کی آخری علامت مٹ جائے گی۔ اُن میں یہ کہنا بھول گیا کہ یہ وکیل ہینوئی باسٹھ برس کا بڑھا ہے اور حاجی بھی ہے اور کوئٹہ کے زلزلہ میں اس کی تمام اولاد غرق ہو گئی تھی۔

(روزنامہ زمیندار ۱۸ فروری)

اطلاعا

کل ہند حزب الانصار تبلیغی کانفرنس بھیرہ

امیر الدین جلال آبادی۔ مولانا فخر الزمان صاحب کوٹ چنن مولانا لال حسین صاحب اختر۔ مولانا خان محمد صاحب وارمیں مولانا محمد حسین صاحب شوق پپلا نوی۔ علامہ رحمت اللہ صاحب ارشد حکیم تاج الدین صاحب تاج۔ مولانا محمد حنیف صاحب کوٹ موہن اور بعض دوسرے حضرات تھے۔

نماز جمعہ کے بعد جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی اور عصر کی نماز تک جلسہ جاری رہا۔ مولوی امیر الدین صاحب نے شان قرآن اور تعلیم قرآن پر تقریر کی، دوسرا اجلاس بعد نماز عشاء منعقد ہوا جس میں جناب مولانا لال حسین صاحب اختر

مورخہ ۲۵-۲۶-۲۷-۲۸ فروری ۱۹۲۵ء کو کل ہند

حزب الانصار کا جو دھواں سالانہ اجلاس جامع مسجد بھیرہ میں منعقد ہوا۔ حسب پروگرام روز جمعہ ۲۵ فروری کو بھیرہ اسٹیشن پر تشریف لانے والے علمائے کرام کا نہایت شاندار استقبال کیا گیا۔ اور اسٹیشن سے جامع مسجد بھیرہ تک ہزاروں مسلمانوں کا مجمع علمائے کرام کے ساتھ ہو کر جلوس کی شکل میں روانہ ہوا۔ بازار میں جگہ جگہ دروازے بنائے گئے تھے جہاں دروازوں وغیرہ سے تمام راستے سجائے گئے تھے اور اسلامی شان کا خوب مظاہرہ کیا گیا۔ آنے والے علمائے کرام میں مولانا

نے مرزا نجیت کی تردید میں تقریر فرمائی۔

۲۶۔ فروری روز شنبہ۔ تیسرا اجلاس صبح ۱۰ بجے

شروع ہوا۔ مولانا ظہور احمد صاحب امیر حزب الانصار نے مرزائیت اور شیعیت کی تردید میں ایک نہایت ولولہ انگیز تقریر فرمائی اور توجہ دلائی کہ تمام سنی مسلمان اس نازک دور اور طاغوتی طاقتوں کے منظم حملوں کی مدافعت میں حق کی حمایت کے لئے ہم تنہا آمادہ ہوں اور ہر طرح سے حق کی اشاعت کرنے والے اداروں کی امداد کیا کریں۔ اُن کی تقریر کا مجمع پر خاص اثر ہوا تھا۔ ان کے بعد مولانا فخر الزمان صاحب اور نیز مولانا محمد حنیف صاحب کوٹ مومن نے نہایت بہترین اور عالمانہ تقریریں کیں۔ اور دو بجے جلسہ برخواست ہوا۔ جو چھی نشست بعد نماز ظہر تا نماز عصر ہوئی۔ جس میں مولانا محمد حسین صاحب پہلوانوی نے تقریر کی۔ اور مولوی لال حسین صاحب آخر نے نکاح محمدی بیگم کی پیشین گوئی کی خوب کھوکھو تشریح کی اور حاضرین کو خوب محفوظ کیا۔

پانچواں اجلاس بعد نماز عشاء ایک بجے رات تک جاری رہا۔ حکیم تاج الدین احمد صاحب اور اسلم صاحب نے مدح صحابہ کی نظمیں پڑھیں۔ اور علامہ رحمت اللہ صاحب ارشد بہاولپوری نے بھی مسلمانوں کو موجودہ خواب غفلت سے بیدار ہونے کی ہدایت کی آپ کی مختصر تقریر کے بعد مولانا ظہور احمد صاحب نے فضائل صحابہؓ، محبت رسولؐ، مسلمانوں کے دور ترقی کے اسباب اور موجودہ ادوار کے وجوہات پر نہایت سیر حاصل اور پُر مغز تقریر کی۔ چونکہ اس تقریر کے متعلق خصوصی طور سے اعلان کیا گیا تھا۔ اس لئے لوگ بہت کافی تعداد میں سننے کے لئے حاضر ہوئے۔ تھے اور تمام مسجد بھری ہوئی تھی۔ تمام اجلاسوں میں لاؤڈ سپیکر کا باقاعدہ انتظام تھا۔

۲۷۔ فروری روز یکشنبہ۔ صبح ۱۰ بجے سے آخری چھٹا اجلاس شروع ہوا۔ نعت خوانوں کی نعت اور مدح صحابہ کے بعد مولوی خان محمد صاحب واربرٹن نے اصلاح رسومات کے

مقتلع اور مولوی عزیز الرحمن صاحب ہزاروی اور مولوی غیاث صاحب نے تقریریں کیں۔ اور آخر میں مولانا ظہور احمد صاحب اختتامی مختصر سی تقریر کی۔ اور مندرجہ ذیل تجاویز پاس ہوئیں اور دعا کے بعد جلسہ کے اختتام کا اعلان کیا گیا۔

الحمد للہ جلسہ ہر لحاظ سے نہایت کامیاب رہا۔ اور تین دن تک نہایت بہترین طریقہ پر آنے والے مہمانوں کی روحانی اور بدنی ہر طرح کی خوب ترافیع ہو گئی۔ ہزاروں مسلمانوں نے چار وقت لنگر سے کھانا کھایا۔ اور قرآن و حدیث سُن کر روحانی غذا بھی حاصل کرتے رہے۔ تجاویز مندرجہ ذیل ہیں:-

(۱) فسخ نکاح کے لئے حاکم کا مسلمان ہونا شرعاً لازمی ہے اس لئے حکومت پنجاب سے مطالبہ ہے کہ وہ خلع بل کے مقتضات کے فیصلہ کرنے کیلئے مسلمان جج کا تقرر لازمی قرار دے۔ تاکہ جج کا وہ فیصلہ شرعاً بھی قابل قبول ہو سکے۔

(۲) پنجاب کی اسلامی وزارت کو اس اسلامی حکم کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے کہ وہ حکومت سرحد کی طرح قرآن مجید اور دیگر مذہبی کتابوں کی طباعت و فروخت کو غیر مسلموں کیلئے ممنوع قرار دینے کا بل پاس کرے اور نیز قرآن مجید کے اوراق کو بطور ردی کی فروخت بھی مطلقاً ممنوع قرار دی جائے (۳) حالات زمانہ کا تقاضا یہ ہے کہ عربی مدارس کے موجودہ نصاب میں مناسب ترمیم و تنسیخ کی جائے اس لئے تمام مدارس کے ہتھمیں وارا کین سے گزارش ہے کہ وہ اس اہم مسئلہ پر غور و خوض فرما کر اس بارے میں قدم اٹھائیں۔ اور ایک ایسے نظام تعلیم دینی کا خاکہ تیار کر کے عمل شروع کریں۔ جس سے موجودہ دور الحاد میں ملاحدہ کی سرکوبی کے لئے ایسے قابل علماء و تیار ہو سکیں جو ہر طرف سے باطل پر ضرب لگا سکیں۔

(۴) حکومت پنجاب سے مطالبہ کیا گیا کہ صوبہ میں مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کو سکولوں میں لازمی قرار دیکر اس کا مکمل انتظام کرے اور اس غرض کے لئے مذہب سے پورے واقف اور دیندار اساتذہ کا تقرر عمل میں لائے۔

سانحہ ارتحال موت العالم موت العالم

جناب حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب سابق خطیب مسجد جامع لاہور چھاؤنی نے ۳ مارچ کو اس دار فانی سے دار باقی لیٹر انتقال فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نماکان قیس ملکہ هلك واحد و لکنہ بنیان قوم تہدما
مولانا نے محدود اس دور خط الرجال میں ایک عالم ربانی، حق کیلئے ہر وقت سینہ سپر رہنے والے اور اسلام کی حقیقی خدمت کی سچی ٹرپ بننے والے اور مجاہد تھے اور دینِ حنیف کی اشاعت نہایت تندہی کیا تھے فرماتے رہے جوں سکھ میں طران کا مرض حملہ رہا ہوا متعدد آپریشن کئے گئے مگر صحت نہ ہوئی اور اس طرح صاب و ماش بہتے آخراً ۲۳ مارچ کو اسلام کا یہ سچا خادم اس عالم آب و گل سے رخصت ہوا اللہ تبارک و تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحوم کی روح سعید کو اپنی آغوش رحمت میں لے کر جنت الفردوس کی دائمی خوشیاں نصیب فرمائے اور مرحوم کے تمام اعزہ و اقارب اور احباب متعلقین کو اس سانحہ فاجعہ میں صبر و استقامت اور رضا و تسلیم کی توفیق عنایت فرمائے ہمیں اس حادثہ اہل نگاہ میں مرحوم کے پسماندگان سے دلی ہمدردی ہے۔

مرحوم کی وفات حسرت آیات کی اطلاع ملنے پر دارالعلوم عزیزیہ کے تمام طلبہ و مدرسین نے قرآن مجید کی تلاوت کر کے مرحوم کی روح کو ایصالِ ثواب کیا۔ اور دعا کی گئی کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی جوار رحمت میں جگہ دے۔ (ادارہ شمس الاسلام)

نقد و تبصر

التحقیق الجارید علی تصنیف الشہید

مصنف جناب مولانا حافظ حکیم عبدالرشاد صاحب مرزا پوری ام فاضل جہیں ثابت کیا گیا ہے کہ اردو کی مشہور کتاب ”تقویۃ الایمان“ مولانا محمد اسماعیل صاحب شہید دہلوی مرحوم کی تصنیف نہیں ہے نیز محرف و غیر معتبر ہے قیمت ۶۔

قالان حسین رضی اللہ عنہما میں تحقیق طریقی سے حضرات شیعہ کی معتبر کتابوں کی مستند روایات سے ثابت کیا گیا ہے کہ رسول خدا کے فراموشی کے تحت جگر نہ حضرت حسین کو کر بلا میں لاکر طرح طرح کے مظالم میں مبتلا اور نہایت برحی شہید کر نیوالے شید اور پیشوایان مذہب یہ تھے اس کتاب کے قرد و یکے تاکہ شیعہ کی حیثیت کی حقیقت کھل جائے صفحات ۹۶ کتابت دلفریب طباعت دیدہ زیب و غزیز قیمت ۱۰۔

ان ہر دو قابل مطالعہ کتابوں کے ملنے کا پتہ یہ ہے :-
دارالاشاعت سڑک ریل شہر میرٹھ (یو۔ پی)

صولة الخلافة على الرافض الغلاة

موضع طحل تحصیل بیلوال میں شیعوں کیساتھ ایک کامیاب شاہدہ ملوکتا یہ اس کی مکمل و ملل روئداد ہے جسکے مطالعہ سے معلوم ہو سکتا ہے کہ شیعہ مذہب میں موجودہ قرآن محرف اور ناقابل اعتبار ہے اور انکی کتابوں سے حوالے دیئے گئے ہیں اور نیز حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مسئلہ پرنہایت تحقیقی دلائل دیئے گئے ہیں۔ الغرض رفض الرشید کے کاسٹ سر پر ایک گزر گرانبار ہے۔ شوقین حضرات کو چاہئے کہ جلد از جلد خریدنے کی کوشش کریں۔ کاغذ کی عام کمیابی کی وجہ سے بہت قلیل تعداد میں چند نسخے چھپوائے گئے ہیں اس لئے نسخہ ہونیکے بعد پھر ملنا مشکل ہے۔ افادہ عام کی غرض سے قیمت معمولی رکھی گئی ہے یعنی صرف ۸۔

بیٹما :-

مینجر شمس الاسلام جامع مسجد بھیرہ (پنجاب)